ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

19 تا 25 اپریل 2007ء

www.tanzeem.org

## ذرا سوچیے!

آج جو ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ہم ذرا غور کریں کہ کیا ہماری آنکھیں مسلمان بن گئیں؟ اگر یہ مسلمان بن چکی ہیں تو یہ پھر غیر محرم کی طرف نہیں اُٹھیں گی۔ اگر غیر محرم کی طرف اٹھ جاتی ہیں تو ابھی مسلمان نہیں بنیں۔ کیا یہ زبان مسلمان بن چکی ہے؟ اگر بن گئی ہے تو اس سے جھوٹ غیبت نہیں نکل سکتی اور اگر نکلتی ہے تو پھر ابھی مسلمان نہیں بنی۔ کیا ہمارے کان مسلمان بن گئے؟ اگر یہ بن چکے ہیں تو پھر اب خلافِ شرع باتیں نہیں سن سکتے۔ اگر سنتے ہیں تو پھر ابھی نہیں بنے۔ ہم اپنے ہر ہر عضو کے بارے میں سوچیں کہ ہم نے اپنے کس کس عضو کو مسلمان بنا لیا ہے۔ اگر ہر ہر عضو گناہوں میں لتھڑا ہوا نظر آتا ہے تو سوچیے کہ مسلمانی کس چیز کا نام ہے! جب یہ اعضاء انفرادی طور پر ابھی مسلمان نہیں بنے تو ہم اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں کیسے مسلمان کہہ سکتے ہیں!!

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

**مولانا ذوالفقار احمد**

## اس شمارے میں

بے نظیر ڈیل

نجات کی راہ: اجتماعی توبہ

مصطفیٰ کمال کے الحاد کے خلاف

شرعی پردہ
قرآن وحدیث کی روشنی میں

مسلمان سائنسدانوں کی ایجادات

سرمایہ داری، جاگیرداری اور جمہوریت کی تثلیث

تفہیم المسائل

عالم اسلام

الھدیٰ (275)

# سورۃ المائدہ

(آیات: 90 تا 92)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا
يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ ﴾

''اے ایمان والو! شراب اور جواء اور بُت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں سو اُن سے بچتے رہنا تا کہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دُشمنی اور رنجش ڈالوادے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیے۔ اور اللہ کی فرمانبرداری اور رسولؐ (اللہ) کی اطاعت کرتے رہو۔ اگر منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبرؐ کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے۔''

اے اہل ایمان! یقیناً شراب اور جوا اور بُت اور پانسے یہ سب شیطان کے عمل میں سے گندے کام ہیں۔ ان سے بچ کر رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ شراب اور جوے کا ذکر تو پہلے بھی آ چکا' لیکن انصاب اور ازلام وہ ہیں کہ چیزوں کی تقسیم وہ جوئے کے انداز میں تیر پھینک کر کرتے تھے۔ تو ان تمام کاموں کو شیطانی کاموں کی گندگی قرار دیا گیا۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ سے تمہارے اندر دشمنی اور بغض پیدا کر دے' کیونکہ شراب کے نشے میں انسان اپنا ہوش اور شعور کھو بیٹھتا ہے۔ اُسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس سے بہت سے جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں اور فساد شروع ہو جاتا ہے' تاریخ گواہ ہے کہ شراب کے ذریعے بڑی بڑی حکومتوں (Super Powers) اور سلطنتوں (Empires) کے راز چُرا لئے گئے' جو بڑے بھیانک نتائج کا باعث ہوئے۔

اللہ تعالیٰ تمہیں ان چیزوں سے بچانا چاہتا ہے جبکہ شیطان تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جوے میں ایک آدمی بار بار ہار جائے اور دوسرا جیتتا جائے تو پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ ہارنے والا غصے میں آگ بگولا ہو کر پھٹ پڑتا ہے' اس لئے کہ اُس کو اپنا نقصان نظر آ رہا ہے اور چونکہ جیتنے والا کسی محنت کی وجہ سے نہیں جیت رہا ہوتا بلکہ مفت میں مال کا مالک بنتا ہے۔ چنانچہ اُس کے خلاف جذبات میں انتہا کا اشتعال پیدا ہو جاتا ہے' اگر کسی نے محنت' کوشش اور مشقت سے کمایا ہو تو اُس کے خلاف غم و غصہ اور نفرت پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ اس نے محنت کر کے مجھ سے مزدوری اور اجرت حاصل کی ہے' مفت میں مال نہیں لیا۔ اس طرح شیطان تو جوے اور شراب کے ذریعے تمہارے مابین دشمنی اور بیر پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس سے بھی آگے وہ چاہتا ہے کہ تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے رکھے شراب میں تو یہ معاملہ بالکل واضح ہے لیکن جوے میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ آدمی اُس میں لگ جائے تو پھر وہاں سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے جیسے تاش اور شطرنج وغیرہ ہے' کہ آدمی ان کھیلوں میں لگ کر ہر چیز سے غافل ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد بڑے سخت انداز میں فرمایا کہ اب بھی باز آتے ہو یا نہیں پہلی بات تمہیں یہ کہی گئی تھی کہ جوے اور شراب میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں اور اُن دونوں کا گناہ نفع سے بہت بڑا ہے۔ اسی وقت تمہیں منشا خداوندی سمجھ لینا چاہیے تھا اور رک جانا چاہیے تھا۔ خیر چلئے اُس پر بھی تم نے نہ مانا تو پھر فرمایا گیا کہ شراب کے نشے میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ اس پر پورے طور پر واضح ہو جانا چاہیے تھا کہ دین کی اہم ترین چیز نماز ہے' دین کا ستون ہے اور جو چیز اس نماز سے روک رہی ہے تو اُس کو تو ضرور چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ بہرحال اب آخری بات ہماری طرف سے شراب اور جوئے کے بارے میں آ رہی ہے تو کیا اب بھی باز آؤ گے یا نہیں' حق تو یہ ہے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ممنوعات سے بچتے رہو اور اگر تم پیٹھ پھیر لو گے' ہمارے حکم سے سرتابی کرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کا حکم پہنچا کر اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ اب معاملہ تمہارا اور اللہ تعالیٰ کا ہوگا۔ وہ تمہارا حساب لے گا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

## زبان کی حفاظت

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ))

(رواہ احمد والترمذی)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور عرض کیا' کہ حضرت (مجھے بتا دیجئے کہ) نجات حاصل کرنے کا گُر کیا ہے (اور نجات حاصل کرنے کے لئے مجھے کیا کیا کام کرنے چاہئیں؟) آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی زبان پر قابو رکھو (وہ بے جا نہ چلے) اور چاہئے کہ تمہارے گھر میں تمہارے لئے گنجائش ہو' اور اپنے گناہوں پر اللہ کے حضور میں رویا کرو۔''

**تشریح**: رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن عامر کے سوال پر نجات حاصل کرنے کا گُر بتایا اور تین باتوں کی نصیحت کی اول زبان پر قابو رکھو۔ زبان کا غیر محتاط استعمال انسان کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے جبکہ حسن کلام کی تاثیر سے دشمن کو دوست بنایا جا سکتا ہے۔ جس نے اپنی زبان پر قابو پا لیا' اُس نے بہت بڑا کام کیا۔ دوم یہ کہ بندہ فارغ وقت اِدھر اُدھر گھومنے کی بجائے اپنے گھر میں گزارے تا کہ اپنے بیوی بچوں میں رہ کر گھر کے کام کاج کرے یا عبادت کرے۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی' انکساری کے ساتھ رو رو کر اپنے گناہوں کی بخشش مانگے۔ جس کی خطائیں بخش دی گئیں وہ کامیاب ہوا۔ یہ کام نجات دلانے والے ہیں۔

تاخلافت کی بناءَ دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

جلد 16

19 تا 25 اپریل 2007ء
یکم تا 7 ربیع الثانی 1428ھ

شمارہ 15

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیرِ مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

**پبلشر**: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
**مطبع**: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے


"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

**ایوب بیگ مرزا**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# بے نظیر ڈیل

ایک اطلاع کے مطابق پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن محترمہ بے نظیر بھٹو نے برطانوی اخبار سنڈے ٹائمز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ اُن کی حکومت سے ڈیل ہوگئی ہے اور موجودہ اسمبلیاں اگر صدر مشرف کو دوبارہ صدر منتخب کرلیں گی تو اُنہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ پاکستان میں موجود پیپلز پارٹی کے تمام بڑے لیڈران نے اِس خبر کو Dis information قرار دیتے ہوئے اِس کی سختی سے تردید کی ہے۔ اِس خبر کے حوالہ سے حکومتی سطح پر متضاد بیانات اور ردِعمل کا اظہار ہوا ہے۔ شیخ رشید فرماتے ہیں کہ حکومت اور PPP کے درمیان ڈیل سیمی فائل کامیابی سے کھیل کر فائل میں پہنچ گئی ہے اور اگر بارش نہ ہوئی تو فائنل میں بھی کامیابی ہوگی۔ سندھ کے وزیر اعلیٰ نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا ہے کہ بے نظیر بھٹو نے صدر مشرف کو باوردی قبول کرلیا ہے۔ جبکہ وزیر اعظم وزیر اطلاعات اور پاکستان مسلم لیگ کے صدر نے ڈیل کو خارج از امکان قرار دیا ہے۔

بہر حال اگر یہ خبر درست ہے کہ حکومت بے نظیر ڈیل ہوچکی ہے یا ہونے کو ہے تو ہماری رائے میں اصلاً یہ امریکہ کی کامیابی ہے۔ صدر بش اپنوں اور بیگانوں کے اِس طعن سے سخت پریشان تھے کہ وہ ایک فوجی آمر کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ 2002ء کے انتخابات کے نتیجہ میں اصحاب ''ق'' کی جو حکومت تشکیل دی گئی تھی وہ عوامی تائید حاصل کرنے میں بُری طرح ناکام رہی۔ اِس حکومت کی نااہلی اور کرپشن نے مشرف کی پوزیشن کو بُری طرح متاثر کیا۔ علاوہ ازیں اصحاب ''ق'' روشن خیالی کے حوالے سے بھی امریکی معیار پر پورے نہیں اتر رہے تھے۔ امریکہ کی خواہش یہ تھی کہ وہ فوجی قوت اور کسی روشن خیال عوامی جماعت کا عملی اتحاد قائم کرادیں' تاکہ اندرون ملک فوجی آمر کی پشت پناہی کے الزام سے بھی بچ سکیں' اِس خطے میں اسلامی عسکریت پسندی کا موثر طور پر مقابلہ بھی کیا جاسکے اور اپنے ایجنڈے کی تکمیل بھی کی جاسکے۔

محترمہ صاحبہ بارہا امریکہ سے یہ شکایت کرچکی تھی کہ مشرف آپ کی طرف سے تفویض کردہ ذمہ داریاں پوری دلجمعی اور Commitment کے ساتھ نہیں نبھا رہے۔ وہ علی الاعلان کہہ چکی ہیں کہ اگر اُنہیں اقتدار ملا تو وہ طالبانائزیشن کا مکمل خاتمہ کردیں گی اور پاکستان کو صحیح معنوں میں روشن خیال اور ترقی پسند ملک بنادیں گی۔ صدر مشرف اور بے نظیر بھٹو کی خیالی اور نظریاتی ہم آہنگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ صدر مشرف بے نظیر بھٹو کی شخصیت' اُن کی عوامی مقبولیت اور امریکی پسندیدگی کی وجہ سے خوفزدہ تھے کہ کہیں اُن کے ساتھ وہ معاملہ نہ ہوجائے جو عرب بدو کے ساتھ اونٹ نے کیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اب حالات کے جبر نے اُنہیں مجبور کردیا ہے کہ وہ یہ رسک لے لیں۔ ایک فوجی آمر کا کوئی سیاسی مستقبل نہیں ہوتا' وہ صرف اقتدار سے چمٹے رہنے کا خواہش مند ہوتا ہے' آغاز میں صرف فوجی قوت کے بل بوتے پر اور بعد ازاں سیاسی تنکوں کے سہارے۔ لیکن ہمیں حیرانی بے نظیر بھٹو کے رویہ پر ہورہی ہے کہ وہ امریکی ایجنڈے کی تکمیل میں نہ صرف ملکی وقومی مفاد کو نظر انداز کر رہی ہیں بلکہ اپنا سیاسی مستقبل بھی داؤ پر لگا رہی ہیں۔ ہم ذہنی اور نظریاتی بُعد کے باوجود بے نظیر بھٹو کو ایک زیرک سیاستدان سمجھتے تھے لیکن اِس وقت مشرف سے اُن کی ڈیل مشرف کے لئے باعث تقویت ہوگی جبکہ اُن کی سیاسی خودکشی ہوگی۔

بے نظیر بھٹو جو ذوالفقار علی بھٹو کی بڑی بیٹی ہیں اور اُن کی سیاسی جانشین ہونے کی دعویدار ہیں اور اپنے والد کو ایک آئیڈیل سیاست دان قرار دیتی ہیں۔ اُن سے التماس ہے کہ وہ اپنے اور اپنے والد کے طرزِ سیاست پر غور کریں۔ کہاں وہ امریکہ کو سفید ہاتھی قرار دینا اور بھارت سے ہزار سال جنگ لڑنے کا اعلان اور گھاس کھا کر ایٹم بم بنانے کا عزم اور اِس عزم کی تکمیل کے لئے عملی کوشش کا آغاز کرنا اور ہنری کسنجر کی اِس دھمکی کو پاؤں تلے روند دینا کہ تم اگر ایٹم بم بنانے سے باز نہ آئے تو ہم تمہارا ایسا عبرت ناک انجام کریں گے کہ دنیا دیکھے گی اور کہاں محترمہ آپ کا ہر دم وائٹ ہاؤس کا طواف کرنے کے لئے بیتاب رہنا۔ اور بھارتی دیویوں اور دیوتاؤں کے چرنوں کی قدم بوسی کرنا اور کشمیریوں کی جدوجہد کو دہشت گردی قرار دینا۔

(باقی صفحہ 16 پر)

# رُباعیات

## بالِ جبریل

### چوتھی رباعی

خودی کی خلوتوں میں گُم رہا میں
خدا کے سامنے گویا نہ تھا میں
نہ دیکھا آنکھ اُٹھا کر جلوۂ دوست
قیامت میں تماشا بن گیا میں

مطلب یہ ہے کہ جب میں نے اپنی خودی کی تربیت کی تو اس میں خدا کی صفات کا رنگ پیدا ہوگیا۔ پس جب قیامت کے روز میں خدا کے سامنے حاضر ہُوا تو چونکہ مجھ میں اُسی کا جلوہ منعکس تھا' اس لیے میرے اندر اس کی طرف دیکھنے کی آرزو پیدا نہیں ہوئی۔ جب میں نے اُس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور اپنے ہی دیدار میں مست رہا تو ساری دنیا حیرت سے میری طرف دیکھنے لگی کہ یہ کیسا عاشق ہے کہ معشوق کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ نتیجہ یہ نکلا:

قیامت میں تماشا بن گیا میں

یعنی میں اپنی طرف دیکھ رہا تھا اور ساری دنیا میری طرف دیکھ رہی تھی۔ چونکہ لفظ ''تماشا'' کے دو معنی ہیں' اس لیے اقبال نے اِس کیفیت کو تماشا سے تعبیر کر کے مصرع میں عجیب دل کشی پیدا کر دی ہے۔

اِس تمثیلی طرزِ بیان سے قطع نظر کر لی جائے تو مطلب یہ ہے کہ روحِ انسانی اپنی اصل کے لحاظ سے خُدا سے جُدا نہیں ہے' اور اگر کوئی شخص اپنے آپ کو عشقِ رسول ﷺ میں فنا کر دے تو اس میں خدائی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ''ارمغانِ حجاز'' میں اِس بات کو صراحت سے بیان کر دیا ہے:

اگر خواہی خدارا فاش بینی
خودی را فاش تر دیدن بیاموز

ترجمہ یہ ہے کہ اگر خدا کو دیکھنا چاہتے ہو تو خودی کو دیکھنے کا طریقہ سیکھ لو۔ دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ خدا اور خودی میں اصل حقیقت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ بس یہی نکتہ فقر کی رُوح ہے اور قلندری علم کا خلاصہ ہے اور یہی اقبالی تصوّریت ہے اور یہی مرشدِ رُومیؒ کا فیضان ہے۔

### پانچویں رباعی

پریشاں کاروبارِ آشنائی!
پریشاں تر مری رنگیں نوائی
کبھی میں ڈھونڈتا ہوں لذتِ وصل
خوش آتا ہے کبھی سوزِ جُدائی

مطلب یہ ہے کہ عاشق کی زندگی میں یکسانیت نہیں ہوتی۔ اُسے کسی ایک پہلو قرار نہیں آتا۔ محبت کا کاروبار یعنی محبت کی زندگی سراپا اضطراب اور پریشانی ہوتی ہے۔ عاشق جب معشوق کے فراق میں آہ و نالہ کرتا ہے' یا جب وہ اپنی وارداتِ عشق کو شعر کی صورت میں پیش کرتا ہے تو اُس کا کلام اُس کے قلبی اضطراب کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ یعنی اس میں اضطراب اور سوز و گداز کا رنگ اُس کی زندگی سے بھی بڑھ کر نظر آتا ہے۔

دوسرے شعر میں اقبال نے وارداتِ عشق کی مختلف کیفیات میں سے دو کیفیتوں کا تذکرہ کیا ہے' یعنی عاشق کبھی وصال کا آرزومند ہوتا ہے اور کبھی اُسے فراق کی آگ میں لذت محسوس ہوتی ہے' حالانکہ فراق اور وصال ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

### چھٹی رباعی

یقیں مثلِ خلیلؑ آتش نشینی!
یقیں اللہ مستی' خودگزینی!
سُن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی

اِس رباعی میں اقبال نے ''یقین'' کی اہمیت اور قدر و قیمت کو واضح کیا ہے۔ واضح ہو کہ یقین اقبال کے فلسفۂ فقر کا سنگِ بنیاد ہے۔ قرآن مجید نے اس کو ایمان سے تعبیر کیا ہے اور عملِ صالح کے لیے پہلی اور لازمی شرط قرار دیا ہے۔ پہلے شعر میں اقبال نے یقین کی ماہیت بیان کی ہے کہ یقین اللہ کی ہستی پر ایسے پختہ اعتقاد کا نام ہے جس کی بدولت انسان اپنی جان کو خطرے میں ڈال سکتا ہے' چنانچہ حضرت ابراہیمؑ خوشی خوشی آتش نشیں ہو گئے تھے۔

''خودگزینی'' کے معنی ہیں اپنی خودی کو اللہ کے رنگ میں رنگنے کے لیے منتخب کر لینا او یہ بات بھی اُسی وقت ممکن ہے جب انسان کو اللہ کی ہستی پر یقین کامل ہو۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آتش نشینی' اللہ مستی اور خودگزینی' یہ سب یقین کے نتائج و ثمرات ہیں۔ اس کے بعد وہ مغرب زدہ مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ بے یقینی اس دنیا میں سب سے بڑی لعنت ہے' یعنی غلامی سے بھی بدتر ہے۔ وہ اس لیے کہ اگر غلاموں کے دل میں ذوقِ یقین پیدا ہو جائے تو وہ غلامی کی زنجیریں توڑ سکتے ہیں۔ چنانچہ ''بانگِ درا'' میں انہوں نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

# نجات کی راہ: اجتماعی توبہ

**مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 9 مارچ 2007ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

حضرات! ماضی کی طرح آج ہم ایک مرتبہ پھر ایک فیصلہ کن دوراہے پر کھڑے ہیں۔ ایک طرف دنیا کی مصلحتوں اور دنیاوی طاقتوں کے سہارے آگے بڑھنے کا راستہ ہے' اور دوسری طرف سچے مسلمان بن کر وطن عزیز کو نظریاتی بنیاد پر منزل مراد کی طرف لے جانے کی شاہراہ ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ماضی میں جب بھی ہم کسی اہم موڑ پر پہنچے تو ہم نے اوّل الذکر راستہ اختیار کیا اور کم ہمتی' عافیت کوشی اور نامسلمانی کا سا طرز عمل اپنایا۔ ایمانی حقائق کے مطابق اللہ پر توکل اور یقین کو اپنا ہتھیار بنانا گوارا نہ کیا۔ اس سلسلے کی نمایاں مثال دینی تعلیمات اور قومی امنگوں سے متصادم افغان پالیسی ہے' جو نائن الیون کے بعد امریکی دھونس اور دباؤ کے نتیجے میں اپنائی گئی۔ یہ بات اب کوئی راز نہیں کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے عنوان سے امریکہ نے افغانستان پر جس وحشیانہ جارحیت اور درندگی کا ارتکاب کیا' یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہ تھی' بلکہ اِس کا مدعا افغانستان کی اسلامی خلافت کا خاتمہ تھا۔ اِس طاغوتی جنگ میں ہم سے مطالبہ کیا گیا کہ افغان عوام کے قتل عام اور طالبان اقتدار کے خاتمہ میں ہمارا ساتھ دو' ہمارے آلہ کار بنو ورنہ تباہ کن نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ' ہم تمہیں پتھر کے دور میں لے جائیں گے۔ اِس نازک موڑ پر ہم نے خوف کی بنیاد پر اپنی افغان پالیسی سے یوٹرن لیا۔ اللہ کو بھلا کر امریکہ کو کائنات کی سب سے بڑی طاقت خیال کرتے ہوئے اس کے سامنے سر جھکا دیا اور اپنے افغان بھائیوں کے خلاف امریکہ کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہم نے اللہ پر توکل واعتماد کرتے ہوئے ایک ایسا فیصلہ نہ کیا جو ہماری ملی تاریخ اور دینی اقدار وروایات کے شایانِ شان ہوتا۔

غلط افغان پالیسی کے نتیجے میں ہم نے اپنا سب کچھ لٹا دیا' دینی اقدار قربان کر دیں' غیرت کا سودا کیا' اپنے ملک میں بدامنی اور انتشار کی آگ لگا دی' قوم کی نظریاتی اساس پر کلہاڑا چلا دیا' مگر امریکہ پھر بھی ہم سے راضی نہ ہوا۔ وہ روز اوّل کی طرح ہم سے "Do more!" کا تقاضا کر رہا ہے اور ہمارے حکمرانوں کی حمیت سے عاری چاپلوسی اور غلامی کے باوجود اُن کی "وفاداری" کو مشکوک قرار دے رہا ہے۔ آئے روز اُس کی جارحیت سے ہماری خودمختاری مجروح ہوتی ہے' ہمیں دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ گویا ہماری حیثیت ایسی ہے کہ ہم نے سو جوتوں سے بچنے کے لئے سو پیاز کھائے' مگر اب سو جوتے بھی پڑ رہے ہیں۔ بحیثیت قوم دنیا میں ہماری کوئی وقعت نہیں۔ پاکستانی ہونا نفرت کی علامت بن چکا ہے۔ ایک طرف ہم داخلی طور پر شدید عدم استحکام کے شکار ہیں اور مسائل ومصائب کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں اور دوسری طرف بیرونی میڈیا میں ہماری توہین کی جاتی ہے۔ دنیا ہمیں ایک خوددار اور باوقار قوم کی حیثیت سے نہیں دیکھتی' بلکہ امریکہ کی ایک طفیلی ریاست خیال کرتی ہے۔ عالمی پرنٹ میڈیا کے کارٹونسٹ ہمیں امریکہ کے ایک پالتو کتے کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

> موجودہ زبوں حالی سے نجات کی صورت یہ ہے کہ اہل پاکستان اپنی انفرادی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کی روش ترک کریں' اور اُس صراط مستقیم کی طرف پلٹیں جس سے ہم ہٹ چکے ہیں۔

موجودہ زبوں حالی سے نجات کی صورت یہ ہے کہ ہم اہل پاکستان اپنی انفرادی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کی روش ترک کریں' اور اُس صراط مستقیم کی طرف پلٹیں جس سے ہم ہٹ چکے ہیں۔ اِسی کا نام توبہ ہے۔ یہ انفرادی توبہ ہے اور یہ مقدم اور اہم تر ہے۔ ہر شخص یہ جائزہ لے کہ آیا اُس کی نماز' اُس کی قربانی اور اُس کا جینا مرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے؟ یا اُس نے مسلمانی کا محض لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور حقیقت میں نفس کا پجاری اور دولت وشہرت کا پرستار ہے اور وہ چند ٹکوں کے لئے اللہ کے دین' اُس کے احکامات کو قربان کر ڈالتا ہے! جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا کہ (اے نبی) کیا آپؐ نے اُس شخص کی حالت پر غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے؟ ہر شخص اپنے احوال کے جائزہ کے بعد شعوری طور پر بندگی اور اطاعت کی شاہراہ پر گامزن ہو' اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بنائے۔ اسلام نام ہی فرماں برداری کا ہے' یعنی بندہ مومن اپنی مرضی کو ترک کر دے اور اُس کے رسول کی مرضی کے آگے سر جھکا دے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنی جان ومال کھپا دے' اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ اُس کے نظام زندگی کے غلبے کے لئے اپنا تن من دھن لگا دے۔ سورۂ صف میں فرمایا گیا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿١٠﴾ ﴾

"مومنو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے؟"

اور سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ

﴿ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾

''اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے' جس کا پورا کرنا اُسے ضرور ہے' اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اُس سے خوش رہو۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ یہ ڈیل کی ہے کہ اگر وہ اللہ پر ایمان لائیں گے اور اُس کے دین کی اقامت کے لئے جان و مال کا انفاق کریں گے تو اُن کے لئے جنت ہے۔ دیکھئے' کوئی ڈیل اُسی وقت مؤثر ہوتی ہے جب دونوں فریق اپنے حصے کا کام کریں' اپنا وعدہ نبھائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ رب تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے' وہ ہمیں جنت عطا کرے' مگر اپنے ذمہ جو کام ہے اُسے انجام دینے کو تیار نہیں ہیں۔ پھر کیونکر جنت کی آرزو کر سکتے ہیں؟ ہم اطاعت و انقیاد میں ڈنڈی مارتے ہیں۔ ہمارا طرزِ عمل یہ واضح کرتا ہے کہ کلی اطاعت ہمیں گوارا نہیں۔ ہم بزبانِ حال یہ کہہ رہے ہیں کہ اے پروردگار! ہم نمازیں پڑھ لیں گے' روزے رکھ لیں گے' حج ایک بار نہیں' ہر سال کر لیں گے' مگر معیشت کے میدان میں ہم تیرے احکامات پر نہیں چل سکتے' سود' رشوت اور غبن کو ترک کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ اسی طرح ہم اپنی معاشرت کو سنت کے مطابق نہیں بنا سکتے۔ ستر و حجاب کی پابندی بڑی مشکل ہے' یہ ہم سے نہیں ہو سکتی' کیونکہ ایسا کرنے سے ہم زمانے میں اجنبی بن کر رہ جائیں گے۔

حضرات! اگر بحیثیت قوم ہم سچی توبہ کر لیں' اور ہم میں سے ہر فرد اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر کمربستہ ہو جائے تو یقیناً ہمارے حالات سدھر سکتے ہیں۔ چمن کے مالی اگر شریعت کے موافق طرزِ عمل اپنا لیں تو چمن سے روٹھی بہاریں لوٹ کر آ سکتی ہیں۔ مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے خود سربلندی کا وعدہ کیا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ ایمان حقیقی کے حامل بن جائیں اور ایمانی تقاضوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔ فرمایا:

﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (آل عمران)

''اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا' اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔''

قرونِ اولیٰ میں جب مسلمان صحیح معنوں میں صاحب ایمان بنے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا کیا۔ وہ دنیا کی سب سے بڑی قوت بنے تو چھبیس لاکھ مربع میل کے رقبے پر اسلامی حکومت قائم ہوئی اور وقت کی بڑی طاقتیں اُس کے سامنے سرنگوں ہوئیں۔ اگر کل ایسا ہوا تو آج بھی اگر ہم ایمان کی شرط پوری کریں تو عزت و وقار اور قوت واقتدار حاصل ہو سکتا ہے۔

غلبہ و سربلندی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں اور بھی واضح انداز میں فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ (النور)

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے' اُن سے اللہ کا وعدہ ہے' کہ اُن کو ملک کا حاکم بنادے گا' جیسا اُن سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا۔ اور اُن کے دین کو جسے اُس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد اُن کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔''

**پریس ریلیز**

13 اپریل 2007ء

## حکومت ملک میں نفاذِ شریعت کی ذمہ داری پوری کرے اور اجتماعی نظام کو قرآن وسنت کے تابع بنائے

**حافظ عاکف سعید**

دینی طبقات میں نااتفاقی کا پروپیگنڈہ کسی طور درست نہیں۔ جہاں تک جامعہ حفصہ کے مطالبات کا تعلق ہے وہ بالکل صحیح ہیں لیکن اس کے لئے جو طریقہ اپنایا گیا ہے اس پر علمائے کرام کا اعتراض درست ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ جامعہ حفصہ کا یہ مطالبہ درست ہے کہ حکومت ملک میں نفاذ شریعت کی ذمہ داری پوری کرے۔ بحیثیت مسلمان ہر شخص کے لیے لازم ہے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کرے اور اجتماعی نظام کو قرآن وسنت کے تابع بنائے۔ تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام نے 1952ء میں قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی کے لیے جو بائیس متفقہ نکات دیے تھے ان کی روشنی میں قرآن وسنت کی بالادستی قائم کرنا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ لیکن حکمران اس فریضہ سے پہلو تہی کر کے ملک میں روشن خیالی کے نام پر بے دینی کو عام کر رہے ہیں۔ ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ تحفظ حقوق نسواں کے حکومتی بل کو تمام علماء کرام کے متفقہ طور پر مسترد کرنے کے باوجود حکمرانوں نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اسے قرآن وسنت کے مطابق قرار دے کر اسمبلی سے منظور کروایا۔ ان کا یہ دعویٰ اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اسی طرح وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل میں ایسے افراد کو نمائندگی دی گئی ہے جنہیں علماء متفقہ طور پر دین کی تشریحات کے حقدار نہیں سمجھتے۔ ان حالات میں نبی اکرم ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے تمام پاکستانیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک میں نفاذ شریعت کے لیے جدوجہد کریں۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہر شخص خود دین پر عمل پیرا ہو پھر ایسے افراد ایک منظم جماعت کے تحت پرامن' مطالباتی' احتجاجی اور مزاحمتی تحریک چلا کر حکمرانوں کو مجبور کر دیں کہ وہ ملک میں اسلامی نظام قائم کریں یا اپنی جان بچا کر بھاگ جائیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

اِس آیت میں ایمان اور عملِ صالح کی شرائط پورا کرنے والے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا وعدہ کیا ہے۔

پہلی چیز استخلاف فی الارض ہے۔ یعنی اللہ ایسے لوگوں کو زمین میں غلبہ واقتدار عطا فرمائے گا۔

دوسرے یہ کہ اُن کے دین کو تمکن عطا فرمائے گا' اُسے غالب کر دے گا' زمین پر نظامِ شریعت کو بالادستی حاصل ہو جائے گی۔ اہلِ ایمان کو جو غلبہ و اقتدار اور حکومت ملے گی اُس کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کے نظامِ عدل اجتماعی کا سکہ رواں ہوگا۔ عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا۔ افراد و معاشرہ حقوق سے بہرہ مند ہوں گے اور کوئی بھی شخص حقوق سے محروم نہ کیا جائے گا۔ دنیا میں بڑی سلطنتیں پہلے بھی گزری ہیں (اور آج بھی بساطِ عالم پر موجود ہیں) مگر اِن ریاستوں کا معاملہ یہ تھا کہ اُن میں ہر قسم کے سیاسی اور معاشی حقوق ایک محدود اقلیت کو حاصل ہوتے تھے۔ یہی طبقہ ہر قسم کی مراعات اور آسائشات سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ عوام ہر قسم کے حقوق سے محروم تھے۔ اللہ تعالیٰ ایسے اہلِ ایمان کو جو اعمالِ صالحہ کی شرط پر پورا اتریں گے' ایسی حکومت اور سلطنت عطا فرمائے گا جس میں عدل و انصاف کی حکمرانی ہوگی' اخوت و مساوات کے زمزمے بہہ رہے ہوں گے اور انسان کی عزت وتکریم کا لحاظ رکھا جائے گا۔ تمام بندگانِ خدا' ربّ تعالیٰ کے عطا کردہ عادلانہ اور منصفانہ نظام کی فیوض وبرکات سے مستفید ہوں گے۔

تیسری چیز جس کا وعدہ اہلِ ایمان سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا۔ لوگوں کو اللہ کے علاوہ کسی طاقت کا خوف نہ ہوگا۔ انہیں نہ کسی جارح ریاست سے خطرہ ہوگا اور نہ داخلی سطح پر بدامنی و انتشار' چوری' ڈاکے اور قتل وغارت گری کا خوف ہوگا۔ معاشرہ میں مثالی امن و امان ہوگا۔ ہر شخص کی جان' مال اور عزت و آبرو محفوظ ہو گی۔ اسلامی حدود اور تعزیرات کے نفاذ سے جرائم پر قابو پالیا جائے گا۔ جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی۔ اِن تین چیزوں کے علاوہ بعض دیگر مقامات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو خوشحالی عطا ہوگی۔ اور اِس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ اسلام نے کفالتِ عامہ کا جو نظام دیا ہے' اُس کے تحت بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اور جب ریاست اسلامی ہوگی تو کوئی بھی شخص بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہے گا۔

اگر ہم غور کریں تو آیت مذکورہ میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے آج ہم اُن سے محروم ہیں۔ غلبہ و برتری اور خودمختاری اغیار کو حاصل ہے۔ ہم انہی کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ اُنہی کی ڈکٹیشن پر پالیسیاں بناتے اور قوانین وضع کرتے ہیں۔ آج اقوامِ عالم کی نگاہ میں ہماری کوئی وقعت ہے اور نہ ہی عزت و احترام۔ ہماری کہیں شنوائی نہیں۔ ذلت و رسوائی ہمارا مقدر بنی ہوئی ہے...... داخلی سطح پر دین کو تمکن اور غلبہ حاصل نہیں۔ وہ ملک جو ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا' اُس میں اسلام سے پسپائی کا سفر جاری ہے۔ نام نہاد روشن خیالی کے عنوان سے رہی سہی اسلامی اقدار اور دینی تشخص کے خاتمے کے لئے ناپاک مہم چل رہی ہے۔ اسلام کے نظامِ عدل کے نہ ہونے سے کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں۔ جہاں ایک طرف معاشرے میں قتل اور ڈاکے عام ہیں' ڈکیتی اور اغوا کی وارداتیں ہو رہی ہیں' وہاں سرکاری ایجنسیاں بھی افراد کو اُٹھا کر غائب کر دیتی ہیں اور اہلِ خانہ کو معلوم ہی نہیں ہوتا ہے کہ وہ آدمی کہاں ہے' کس حال میں ہے اور اُس کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ یہ اندھیر نگری اور بدترین چنگیزی نظام ہے جو روشن خیالی اور رواداری کے نام سے ملک پر مسلط ہے۔ جہاں تک خوف سے نجات اور امن و امان کی کیفیت ہے' اُس کا حال یہ ہے کہ ہر طرف خوف اور دہشت کی فضا ہے۔ کسی کو بھی جان و مال کا تحفظ حاصل نہیں ہے۔

امن و امان کے الفاظ ڈکشنری میں تو ملتے ہیں' ہمارے معاشرے میں یہ اپنی معنویت کھو چکے ہیں۔ لاقانونیت اپنی انتہاؤں کو چھو رہی ہے۔ قانون کے محافظ خود ہی لٹیرے بن گئے ہیں۔ جرائم پیشہ عناصر کو اُن کی سرپرستی اور تعاون حاصل ہے۔ رہی بات خوشحالی کی تو یہ ملک کی ایک محدود اقلیت ہی کا مقدر ہے۔ یہ طبقہ امیر سے امیر تر ہو رہا ہے۔ دوسری طرف عوام کی بہت بڑی تعداد خطِ غربت سے بھی نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے' اور ایسے لوگوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ہماری مڈل کلاس بھی بڑی تیزی سے غربت کی لکیر سے نیچے جا رہی ہے۔ اور خطِ غربت سے نیچے جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم ہیں۔ انہیں مناسب خوراک' لباس کے علاوہ' علاج معالجہ' صحت اور تعلیم کی سہولیات میسر نہیں ہیں۔ اُن پر قافیۂ حیات تنگ ہو چکا ہے۔ لوگوں کے لئے یوٹیلٹی بل ادا کرنا مشکل ہو چکا ہے۔

اِس صورتحال کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف روز بروز خودکشی کی وارداتیں بڑھ رہی ہیں اور دوسری طرف کرپشن اور لوٹ کھسوٹ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عام آدمی کی نگاہ میں رشوت اور غلط ذرائع سے مال و دولت کا حصول کوئی برائی نہیں رہی کہ اس کے بغیر زندگی کی گاڑی رواں دواں نہیں رہ سکتی۔ بچوں کے سکول کی فیسیں اور یوٹیلٹی بل ادا کرنے ہیں' اس کے لئے جسے جو بھی پیسہ ہاتھ آئے' حاصل کرنا چاہیئے۔ اس پر اقتصادی میدان میں ترقی کے دعوے کئے جا رہے ہیں۔ ہمارے موجودہ حالات یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ہم بحیثیت قوم اجتماعی توبہ کریں' اللہ کی دین و شریعت کی پیروی کریں' دورنگی اور منافقت کو ترک کر دیں۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ ﴾

''کیا ابھی تک مومنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کرنے کے وقت اور (قرآن) جو (خدائے) برحق (کی طرف) سے نازل ہوا ہے اس کے سننے کے وقت اُن کے دل نرم ہو جائیں اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو (اُن سے) پہلے کتابیں دی گئی تھیں' پھر اُن پر زمان طویل گزر گیا تو اُن کے دل سخت ہو گئے' اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں۔''

ہم پر ذلت و رسوائی کا جو عذاب مسلط ہے یہ ہمارے اجتماعی جرائم کی سزا ہے' کسی ایک شخص کو موردِ الزام ٹھہرا کر ہم بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ اگر ہم پر ظالم حکمران مسلط ہیں تو یہ بھی ہمارے اعمال کے سبب ہیں' لہٰذا محض کسی شخص کو اقتدار سے ہٹا دینے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

ہمارے مسائل حل تب ہوں گے جب ہم سب گڑگڑا کر اللہ کے حضور توبہ کریں اور اپنا قبلہ درست کریں۔ پوری قوم قومِ یونس علیہ السلام کی سی توبہ کرے' اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ درست کرے' اپنا تعلق مضبوط کرے۔ اور پھر یہ کہ نام نہاد روشن خیالی کے نام سے ملک پر جس الحاد' سیکولرازم اور فحاشی وعریانی کو فروغ دیا جا رہا ہے' اُس کے خاتمے کے لئے قوم میدان میں آئے' اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرے۔ اللہ کا دین غالب ہوگا تو مسائل ومصائب کے گرداب سے بھی ہمیں نجات حاصل ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

# مصطفیٰ کمال کے الحاد کے خلاف

سید قاسم محمود

شیخ بدیع الزماں سعید نُورسی نے عدالت میں جو بیان دیا تھا' وہ اخبارات میں شائع ہُوا تو ہر مسلمان تک آپ کی آواز پہنچ گئی۔ ہزاروں عقیدت مند عدالت کے باہر جمع ہوگئے اور انہوں نے حکومت کے ظلم واستبداد کے خلاف نعرے بلند کیے اور شیخ کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے گھبرا کر سزا میں تخفیف کی اور آپ کو جلد ہی جیل سے رہا کر دیا۔ آپ نے استنبول کو خیر باد کہہ کر وان کا رُخ کیا اور وہاں تصنیف وتالیف کے کاموں میں لگ گئے۔ بعد کے متعدد مقالات اور مضامین میں شیخ نے اپریل 1909ء کی بغاوت میں حصہ لینے والوں کو امن وامان برقرار رکھنے کی تلقین کی اور دوسری طرف اُن کے مطالبات کی جائز بنیادیں بھی فراہم کیں اور انہیں قانونی وشرعی طور پر درست قرار دیا۔ شیخ نے اس بغاوت کو ایک دستوری جدوجہد سے تعبیر کیا' جس سے شریعت کی تنفیذ عمل میں آ سکتی تھی اور شریعت کے نفاذ سے دستوری جدوجہد زیادہ مضبوط اور فعال ہو سکتی تھی' لیکن عوام نے شرعی حکومت اور سلطنت عثمانیہ کو ہم معنی سمجھ کر اس تحریک کا ساتھ دیا اور عثمانی خلافت کی بحالی کو اس بغاوت کا اوّلین مقصد تصور کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ متعدد مفاد پرست گروہ بھی اس میں شامل ہو گئے اور انہوں نے نفاذِ شریعت کی عسکری جدوجہد کو سبوتاژ کر دیا۔ شریعت کے نفاذ کے مطالبے کے پس پشت متعدد عوامل اور مختلف محرکات سرگرم ہوگئے۔

اِن حادثات کے باوجود شیخ نُورسی نے شریعت سے ہم آہنگ دستور سازی کی جدوجہد جاری رکھی۔ وہ آمریت' مطلق العنانی' استبداد اور بادشاہت کے خلاف سرگرمِ عمل رہے اور سیکولر ''انجمن اتحاد و ترقی'' کے رہنماؤں کے فکرونظر میں تبدیلی کے لیے بھی کوشاں رہے۔ عدالت سے رہائی کے بعد دستور سازی کی حمایت میں سلونیکا تشریف لے گئے اور وہاں دستوری جدوجہد اور شریعت سے اُس کے تطابق پر تقریر کی۔ پھر مشرقی اناطولیہ میں اپنے وطن واپس آ گئے۔ یہاں قیام کے دوران بعض سوالات کے جواب میں انہوں نے دستور سازی کے مزید خدوخال واضح کیے۔ اُن کے نزدیک بادشاہت کا نظام مسلمانوں کو ان کے بنیادی معاملات سے بے گانہ اور محروم رکھتا ہے۔ سلطان ہر قسم کی اطاعت اور فرماں برداری کا اپنے آپ کو مستحق سمجھتا ہے' اور وہ اُن وفاداریوں پر بھی غاصبانہ قبضہ جمانا چاہتا ہے جو صرف اللہ کے لیے مخصوص ہوتی ہیں' لیکن شیخ کے نزدیک اسلام کی بقا واستحکام اور اس کی سعادت وخوشحالی کسی مخصوص طرزِ حکومت پر منحصر نہیں ہے۔ اسلام کی قوت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے ادبار و مصائب اب ختم ہونے کو ہیں اور مستقبل اسلام اور اہلِ اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔

> **شیخ نورسی نے فرمایا: اسلام لانے کے بعد ایک مسلمان کی سب سے بڑی ذمہ داری نماز قائم کرنا ہے۔ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا وہ خدا اور رسول ﷺ کا غدار اور بدعہد ہے اور کسی غدار اور بدعہد کا حکم ماننا واجب نہیں ہے۔**

پہلی جنگِ عظیم (1914ء-1918ء) کے دوران آپ نے فوج میں رضا کارانہ خدمات انجام دیں۔ دن کو اپنے عسکری فرائض بجالاتے اور شام کو واپسی پر نوجوان طلبہ کے سامنے قرآن اور اسلامی علوم کا درس دیتے۔ اسی مرحلے میں آپ نے عربی زبان میں ''اشادرات الاعجاز فی مظان الایجاز'' نامی مشہور تصنیف تیار کی۔ دورانِ جنگ روسیوں کے ہاتھوں قید کر کے سائبیریا بھیج دیے گئے۔ ایک طویل عرصے تک وہاں کی تکالیف برداشت کیں' پھر وہاں سے فرار ہو کر' جرمنی' ویانا اور بلغاریہ ہوتے ہوئے آپ واپس استنبول پہنچے۔

1918ء میں خلافتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کرنے کی مغربی طاقتوں کی سازش کامیاب ہوئی' اور مختلف مغربی طاقتوں نے عثمانی سلطنت کے مختلف خطوں پر اپنا تصرف قائم کر لیا۔ انگریز استنبول پر چڑھ آئے اور انہوں نے سیاسی یلغار کے ساتھ تہذیبی وفکری یورش کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ کلیسا کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ اہم قرار پایا۔ عیسائی پادریوں نے اسلامی علماء کے سامنے اپنے چھ اشکالات پیش کیے اور اُن کے مدلل جوابات کی فرمائش کی۔ علماء نے یہ سوالات شیخ کی خدمت میں رکھے اور عیسائیوں کی فرمائش کے مطابق چھ سو الفاظ میں ان کا جواب دینے کی درخواست کی۔ شیخ نُورسی نے جواب میں فرمایا:

''یہ سوالات چھ سو الفاظ اور چھ الفاظ تو کیا' ایک لفظ میں بھی جواب دینے کے قابل نہیں ہیں' بلکہ اِن سوالات کو تو پوچھنے والوں کے منہ پر دے مارنا چاہیے۔''

معاملہ پھر عدالت میں پہنچا۔ انگریزوں نے آپ کے لیے پھانسی کی سزا تجویز کی' مگر اناطولیہ میں آپ کے زبردست اثرات اور اُس کے سخت ردِعمل کے خوف سے فیصلہ تبدیل کر دیا گیا۔

## حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مقبرے کے قریب

مقبوضہ استنبول میں اپنی آمد کے دو سال بعد شیخ سعید نورسی ایک دن حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مرقد سے متصل قبرستان میں تشریف لے گئے جہاں تنہائی' سکون' سکوت' عافیت اور مراقبے کے لیے سازگار ماحول نے دل و دماغ کی گرہیں کھول دیں۔ یہ قبرستان ایک پہاڑی پر واقع ہے' جہاں سے پورا شہر صاف نظر آتا ہے۔ شیخ نے یہاں پہنچ کر محسوس کیا کہ نہ صرف قبرستان پر موت کا سناٹا ہے' بلکہ پورے شہر پر مُردنی کی کیفیت طاری ہے۔ جنگ اور اس کے بعد شکست کی وجہ سے قدیم نظام سسک رہا ہے اور پُرانی دنیا جاں بلب ہے۔ اس سے وابستہ شیخ کا وجود اور قدیم تشخص بھی اب ختم ہو رہا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ زندہ اور متحرک اشخاص بھی چلتی پھرتی نعشیں ہیں' کیونکہ موت سے مفر کسی کو نہیں' اور جو موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں وہی آخرت کی ابدی زندگی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اصل زندگی موت کے بعد ہی شروع ہوتی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مرقد مبارک کے پہلو میں شیخ کے قلب و ذہن میں یہ تصور جاگزیں ہوا۔ اور وہیں سے ''سعید القدیم'' کی وفات ہوگئی اور آپ کی ذات اور شخصیت میں ''سعید الجدید'' نے جنم لیا جو پہلے سے زیادہ پاکیزہ' سعادت مند اور کامیاب فرد تھا۔

سعید القدیم کی شخصیت اپنی صلاحیتوں پر نازاں‘ کشمکش اور معرکہ آرائی کے لیے آمادہ‘ سماجی و سیاسی معاملات میں اُمیدوں‘ آرزوؤں اور حوصلوں سے معمور تھی۔ علمی معاملات میں مختلف مسائل پر اُس نے مناظرے کیے تھے۔ ترکی کے سیاسی خلفشار پر اضطراب اور بے چینی کا اظہار کیا تھا اور اصلاح و تبدیلی کے لیے سرگرمِ عمل تھی‘ مگر سعید الجدید کی شخصیت معتدل و متوازن‘ باوقار اور سنجیدہ‘ اختلاف اور کشمکش سے گریز کرنے والی اور سیاسی دائرۂ عمل سے اجتناب کرنے والی تھی‘ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ شیخ نُورسی نے جدید شخصیت کے رُوپ میں ملتِ اسلامیہ اور اُس کے مسائل سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ یہاں سے شیخ نُورسی دریائے باسفورس کے کنارے ایک گاؤں سریر میں منتقل ہو گئے۔ یہاں شیخ نے قرآن پاک کا مطالعہ اور اُس پر تدبر شروع کیا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کی تصنیف ''فتوح الغیب'' اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے ''مکتوبات'' کا بہ نظرِ غائر مطالعہ شیخ نے یہیں کیا۔ اِن مطالعات کے نتیجے میں شیخ کو احساس ہوا کہ جیسے باطن کی ساری ظلمتیں چھٹ گئی ہیں اور قرآن کے نُور نے اُن کے سارے وجود کو منور کر دیا ہے۔ قرآنی نور کے اِس تجربے نے شیخ کی آئندہ تمام تحریروں اور بیانات کو اپنے احاطے میں لے لیا اور قرآنی ہدایت سے استفادہ و افادہ کی تحریک نے ''رسائل نُور'' کا قالب اختیار کر لیا (جن کا ذکر آگے چل کر آئے گا)۔

مصطفیٰ کمال پاشا نے فوج کو منظم کر کے اناطولیہ میں بیرونی طاقتوں کے حملوں کو جس طرح ناکام بنایا تھا اور ترک قوم کے اندر جس طرح بیداری‘ خود اعتمادی اور عزتِ نفس کی رُوح پھونک دی تھی‘ اُس کے پیشِ نظر شیخ کے دل میں اُس کا احترام پایا جاتا تھا۔ چنانچہ 1920ء میں مصطفیٰ کمال کے اعزاز میں ایک جلسہ منعقد ہُوا جس میں شرکت کی دعوت شیخ کو دی گئی‘ جسے اُنہوں نے منظور کر لیا‘ مگر جب اُس کے غیر اسلامی رجحانات اور سیکولر نظریات کا آپ کو علم ہُوا تو آپ نے شرکت کا ارادہ ملتوی کر دیا اور پارلیمنٹ میں مصطفیٰ کمال کی موجودگی میں ایک بصیرت افروز‘ مومنانہ تقریر کی‘ جس میں دس نکات کے تحت پارلیمنٹ کے ارکان کو نصیحت کی گئی تھی۔ آپ نے آغازِ تقریر میں فرمایا:

> ''اے نمائندو! جان لو کہ تمہیں ایک عظیم مصیبت کا سامنا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔''

اپنی طویل تقریر میں شیخ نے دین پر ثابت قدم رہنے اور نماز قائم کرنے پر زور دیا۔ مصطفیٰ کمال یہ تقریر سُن کر بلبلا اُٹھا۔ اُس نے خطاب کے بعد شیخ کو اپنے دفتر میں بلایا۔ دونوں میں گرما گرم بحث ہوئی۔ مصطفیٰ کمال نے سرد لہجے میں کہا:

> ''بلاشبہ آپ جیسے قابل قدر اساتذہ کی ہمیں ضرورت ہے اور ہم آپ کی عزت و تکریم کرتے ہیں‘ مگر ہم نے آپ کو دعوت اس لیے دی تھی کہ آپ کے قیمتی مشوروں سے استفادہ کریں۔ آپ نے تو اپنی خطابت کا سارا زور نماز پر صرف کیا اور ارکان پارلیمنٹ کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔''

شیخ نے غصے سے مصطفیٰ کمال کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا:

> ''پاشا...... پاشا...... اسلام لانے کے بعد ایک مسلمان کی سب سے بڑی ذمہ داری نماز قائم کرنا ہے۔ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا وہ خدا اور رسول ﷺ کا غدار اور بدعہد ہے اور کسی غدار اور بدعہد کا حکم ماننا واجب نہیں ہے۔''

شیخ کا تیز لب و لہجہ اور عزیمت و استقامت دیکھ کر مصطفیٰ کمال خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اُس نے معذرت کر لی اور آئندہ اس موضوع پر گفتگو کرنے میں محتاط رہنے کا وعدہ کیا۔

شیخ نُورسی مصطفیٰ کمال کو الحاد اور سیکولرازم کی تاریکی سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لانا چاہتے تھے اور خدمتِ اسلام اور دفاعِ دین کے لئے اپنے آپ کو وقف رکھنے کا ارادہ رکھتے تھے‘ مگر کمالی حکومت اور لادین عناصر نے مسلسل ایسے حالات پیدا کیے کہ شیخ کا مقصد پُورا نہ ہو سکا۔ مصطفیٰ کمال شیخ کی عوامی مقبولیت کو اپنے حق میں استعمال کرنا چاہتا تھا اور ان سے عقیدت و محبت کا اظہار کر کے اُنہیں اپنا ہم نوا بنانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے شیخ کو مشرقی اناطولیہ کا رائیس الواعظین مقرر کر دیا۔ آپ کو دارالحکمۃ بورڈ کا رُکن بنایا۔ دارالحکمۃ کا مقصد قابض حکومتوں اور طاقتوں کے اثرات سے شیخ الاسلام کی آزادی کو محفوظ رکھنا تھا۔ اس بورڈ کے ارکان میں مشہور ترک شاعر محمد عاکف بے اور محقق ازمیرلی‘ اسماعیل حقی جیسے لوگ بھی شامل تھے۔ جب مصطفیٰ کمال پاشا نے شیخ نُورسی کو ایک شاندار بنگلہ کی پیش کش کی‘ مگر شیخ نے ایمانی فراست سے اُس کی نیت تاڑ لی اور اُس کی تمام نوازشیں ٹھکرا دیں۔ پارلیمنٹ کے ارکان کے منع کرنے کے باوجود انقرہ سے شیخ وان پہنچے۔

یہ 1921ء کا واقعہ ہے۔ یہیں سے کمالی الحاد کی شدید مخالفت اور سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو کر شیخ نے خاموش دعوت و تبلیغ اور تربیت و تزکیہ پر توجہ کر دی۔ (جاری ہے)


## ترجمہ قرآن کریم کورس

(سمر کیمپ)

**تعارف:** مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے شعبۂ تدریس کے زیرِ اہتمام ایک خصوصی سمر کیمپ منعقد کیا جا رہا ہے۔ جس میں اڑھائی ماہ کی قلیل مدت میں مکمل ترجمۂ قرآن (مع مختصر لغوی وتفسیری بیان) اور منتخب نصابِ حدیث کی تدریس ہوگی۔

**اہلیت:** رجوع الی القرآن کورس (پارٹ ۱) کی تکمیل یا عربی گرامر کے کسی شارٹ کورس میں شرکت۔

**دورانیہ:** مورخہ 18 جون تا 31 اگست 2007ء

**اوقات تدریس:** صبح 8 بجے تا دوپہر 12 بجے

**داخلہ ٹیسٹ:** مورخہ 15 جون 2007ء صبح 10 بجے ہوگا۔ (رجوع الی القرآن کورس پاس کرنے والے حضرات داخلہ ٹیسٹ سے مستثنیٰ ہیں)

**مقام:** قرآن اکیڈمی 36۔ کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور۔ فون: 3-5869501

**زیر انتظام:** شعبۂ تدریس‘ مرکزی انجمن خدام القرآن‘ لاہور

# شرعی پردہ

## قرآن و حدیث کی روشنی میں

محترم ڈاکٹر اسرار احمد

شرعی پردہ دراصل دو پردوں پر مشتمل ہے۔ ایک ہے گھر کے اندر کا پردہ جس کے بارے میں احکامات سورۃ النور میں بیان ہوئے ہیں۔ ان احکامات کو ''احکامِ ستر'' کہا جاتا ہے۔ دوسرا ہے گھر کے باہر کا پردہ جس کے بارے میں احکامات سورۃ الاحزاب میں نازل ہوئے ہیں اور یہ احکامات ''احکامِ حجاب'' کہلاتے ہیں۔ پردے کے حوالے سے اکثر لوگ ستر اور حجاب میں کوئی فرق نہیں کرتے' حالانکہ شریعتِ اسلامیہ میں ان دونوں کے احکامات الگ الگ ہیں۔ ستر جسم کا وہ حصہ ہے جس کا ہر حال میں دوسروں سے چھپانا فرض ہے ماسوائے زوجین کے، یعنی خاوند اور بیوی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ ستر کا پردہ نامحرموں کے علاوہ ان افراد سے بھی کرنا لازم ہے جن کو شریعت نے ''محرم'' قرار دیا ہے۔ ان محرم افراد کی فہرست سورۃ النور آیت 31 میں موجود ہے۔ ستر کے تمام احکامات سورۃ النور میں بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیلات احادیث نبویؐ میں بھی مل جاتی ہیں۔ گھر کے اندر عورت کے لیے پردے کی یہی صورت ہے۔ البتہ حجاب عورت کا وہ پردہ ہے جسے گھر سے باہر کسی ضرورت کے لیے نکلتے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں شریعت کے وہ احکامات ہیں جو اجنبی مردوں سے عورت کے پردے سے متعلق ہیں۔ ان کا مفہوم یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلتے وقت عورت جلباب یعنی بڑی چادر (یا برقع) اوڑھے گی تاکہ اس کا پورا جسم ڈھک جائے اور چہرے پر بھی نقاب ڈالے گی تاکہ سوائے آنکھ کے چہرہ بھی چھپ جائے۔ گویا حجاب یہ ہے کہ عورت سوائے آنکھ کے باقی پورا جسم چھپائے۔

سورۃ النور کی آیت 31 میں ارشاد ہوتا ہے: ''اے نبیؐ! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔'' اسی سورۃ کی آیت 30 میں فرمایا: ''اے نبیؐ! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔'' سورۃ النور آیات 30 اور 31 میں مردوں اور عورتوں دونوں کو تلقین کی گئی کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ شرمگاہوں کی حفاظت کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خود کو جنسی بے راہروی اور زنا سے بچا کر اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کریں اور دوسرے یہ کہ وہ اپنا ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں۔ نگاہوں کی حفاظت کا حکم گھر سے باہر بھی ہے تاکہ نامحرموں پر نگاہ نہ پڑے لیکن اصلاً یہ حکم گھر کے اندر کے لیے ہے کیونکہ باہر چلتے ہوئے نگاہیں نیچی رکھنے سے کسی شے سے ٹکرانے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ گھر کے اندر اس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ محرم خواتین کو بھی گھور کر نہ دیکھا جائے۔ بلاشبہ محرم خواتین کے ساتھ ایک تقدس کا رشتہ ہے لیکن بہر حال بحیثیت جنس مخالف ہونے کے، مرد اور عورت میں ایک دوسرے کے لیے کشش ہے اور نگاہوں کی بے احتیاطی فتنہ کا سبب بن سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بدنظری ہی بدکرداری کے راستے کی پہلی سیڑھی ہے۔ ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ نبی اکرم ﷺ کے حجرہ مبارک میں تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سے آپؐ نے فرمایا: ''ان سے پردہ کرو''! وہ کہنے لگیں: ''کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا ''مگر تم تو نابینا نہیں ہو۔''

> نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو گوارا کیا جا سکتا ہے کہ آدمی کے سر میں لوہے کی کیل ٹھونک دی جائے لیکن یہ گوارا نہیں کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہ ہو۔'' (متفق علیہ)

بدقسمتی سے ہمارا معاشرہ اسلام کی اعلیٰ ترین اقدار سے گر کر اس نہج پر پہنچ چکا ہے کہ ہم نے نوجوان لڑکیوں کو مخلوط تعلیمی اداروں، دفاتر اور دیگر محافل میں غیر محرموں کے ساتھ آزادانہ میل جول کی اجازت دے رکھی ہے۔ بعض والدین کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی بچی پر اعتماد ہے۔ کیا نبی اکرم ﷺ کو (نعوذ باللہ) حضرت عائشہؓ پر اعتماد نہیں تھا جن کی پاکیزگی کی گواہی خود رب العزت نے سورۃ النور کے دوسرے رکوع میں دی ہے۔ بدنظری کے نتیجے میں شیطان آنکھ کے راستے سے دل میں اتر جاتا ہے، پھر دونوں فریق ہم کلام ہوتے ہیں اور یوں بات آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے علیؓ! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا۔ پہلی نگاہ (جو بلا ارادہ پڑ گئی) معاف ہے مگر دوسری نہیں۔'' (مسند احمد، ترمذی) اسی طرح حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: ''اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کروں۔ فرمایا: فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کر لو'' (مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حسن پر پڑے اور وہ نگاہ ہٹا لے تو اللہ اس کی عبادت میں لطف اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔'' (مسند احمد)

نگاہ نیچی رکھنے کا حکم عورتوں کے لیے بھی ہے اور مردوں کے لیے بھی۔ لیکن عورتوں کے مردوں کو دیکھنے کے بارے میں سختی کم ہے۔ جس مرد سے عورت کا براہ راست رابطہ (Contact) کا امکان ہے اسے دیکھنا تو منع ہے البتہ جس مرد سے رابطے کا امکان نہیں اسے کسی ضرورت اور مقصد کے تحت دیکھا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گھر سے باہر نکلنے پر عورتوں کے لیے تو چہرے کا پردہ ہے لیکن مردوں کے لیے نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ 7ھ میں حبشیوں کا ایک وفد مدینے آیا اور اس نے مسجد نبوی کے پاس تماشہ دکھایا۔ نبی اکرم ﷺ نے خود حضرت عائشہؓ کو یہ تماشہ دکھایا (بخاری، مسلم، مسند احمد)۔ اسی نکتہ کے تحت اگر براہ راست رابطہ کا امکان نہ ہو تو خواتین مردوں سے دینی و جدید تعلیم سیکھ سکتی ہیں۔

سورۃ النور آیت 31 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ ''اور عورتیں اپنی زیب و زینت کسی پر ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے جو از خود (بغیر ان کے اختیار کے) ظاہر ہو جائے۔'' یعنی عورتیں نامحرم مردوں کے سامنے اپنی زینت یعنی حسن اور بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اس زینت کے جو از خود ظاہر ہو جائے۔ قرآن حکیم میں اس کے لیے ''اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا'' یعنی ''سوائے اس زینت کے جو از خود ظاہر ہو جائے۔'' کے الفاظ آئے ہیں۔ یوں نہیں فرمایا گیا کہ: اِلَّا مَا اَظْھَرْنَ مِنْھَا۔ یعنی ''سوائے اس زینت کے جسے عورتیں خود ظاہر کریں۔'' آگے چل کر اسی آیت میں مزید وضاحت فرما دی گئی کہ: ''اور عورتیں اپنی زیب و زینت ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور شوہروں کے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی جان پہچان کی عورتوں اور اپنی کنیزوں و غلاموں کے نیز ان خدام کے جو عورتوں سے کوئی غرض نہیں رکھتے یا ایسے بچوں سے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے۔''

آیت کے اس حصے سے معلوم ہوا کہ عورت کو شوہر کے علاوہ ان رشتہ داروں کے سامنے اظہارِ زینت کی اجازت ہے جو اس کے محرم ہیں یعنی جن سے نکاح حرام ہے۔ اس اجازت کی حکمت یہ ہے کہ گھر میں رہنے اور کام کاج کرنے میں کوئی تنگی اور دشواری نہ ہو۔ اس آیت میں ماموں اور چچا کا ذکر نہیں

**بدنظری ہی بدکرداری کے راستے کی پہلی سیڑھی ہے۔ شیطان آنکھ کے راستے سے دل میں اتر جاتا' پھر دونوں فریق ہم کلام ہوتے ہیں اور یوں بات آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔**

لیکن سورۃ النساء کی آیت 23 میں ان کو بھی محرم رشتے داروں میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح دادا، نانا، پوتے، نواسے، سوتیلے اور رضاعی رشتہ دار بھی محرموں میں شامل ہیں۔ اس آیت میں بیان شدہ محرم رشتہ داروں کی فہرست اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ عورت صرف انہی رشتے داروں کے سامنے اظہارِ زینت کر سکتی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مردوں کے سامنے وہ اپنی زینت اور خاص طور پر زینت کے مرکز یعنی چہرے کو ظاہر نہیں کر سکتی۔ اب جو لوگ نامحرم مردوں سے عورت کے چہرے کے پردے کے قائل نہیں ہیں کیا ان کے نزدیک اس آیت میں بیان شدہ محرم رشتہ داروں کی فہرست کی کوئی اہمیت نہیں؟ وہ کس طرح تمام مردوں کے سامنے عورت کے اظہارِ زینت کو جائز سمجھتے ہیں؟''

ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ اس آیت میں بیان شدہ محرم رشتہ داروں کی فہرست میں شوہر کے والد کا ذکر بھی ہے اور شوہر کے بیٹے کا بھی لیکن شوہر کے بھائی کا ذکر نہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا دیور سے بھی پردہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: دیور تو موت ہے! (بخاری، مسلم، مسند احمد) اصل میں پردے کے احکامات کی حکمت ہی یہ ہے کہ ان محرکات پر پابندیاں لگائی جائیں جن سے زنا کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک عورت کو سب سے زیادہ خطرہ اُن نامحرم رشتہ دار مردوں سے ہو سکتا ہے جو گھر میں موجود ہوں یا جن کا گھر میں آنا جانا آسان ہو۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے دیور یا جیٹھ کے بارے میں فرمایا کہ وہ تو بھابھی کے لیے موت ہیں۔ مزید برآں اس آیت میں فرمایا گیا کہ عورتوں کا صرف ایسی عورتوں سے پردہ نہیں ہے جو ''اپنی عورتیں'' ہوں یعنی وہ ایسی جانی پہچانی عورتیں ہوں جن کے باحیا اور نیک اطوار ہونے کا علم ہو۔ اجنبی عورتوں سے مسلم خواتین کا پردہ ہے کیونکہ نہ جانے وہ کس سوچ اور اطوار کی ہوں اور اپنی گفتگو اداؤں اور فیشن سے نہ جانے خواتین پر کیسے اثرات ڈال جائیں۔ اس حکم پر عمل کے حوالے سے ایک اہم واقعہ سرسید احمد خان کا ہے۔ ایک مرتبہ یوپی کے گورنر سر ولیم میور نے سرسید کے ہاں اپنی اہلیہ کو لانے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن سرسید نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ ہمارا دین ہماری عورتوں کو غیر عورتوں سے بھی پردے کا حکم دیتا ہے۔'' بدقسمتی سے سرسید کے بہت سے پیروکار پردے اور داڑھی کے معاملے میں اُن کی تقلید نہیں کرتے۔

سورۃ النور کی اس آیت میں عورت کو محرم مردوں کے سامنے اظہارِ زینت کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے غیر محرم مردوں کے ساتھ مخلوط معاشرت کی ممانعت فرما دی ہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ کسی عورت کے ساتھ ایسی خلوت میں نہ ہو جہاں کوئی محرم موجود نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ان دو کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔'' نیز آپؐ نے اسے سخت ناپسند فرمایا کہ مرد، نامحرم خواتین کو چھوئیں یا ان سے مصافحہ کریں۔ ایک متفق علیہ حدیث ہے کہ: ''یہ تو گوارا کیا جا سکتا ہے کہ آدمی کے سر میں لوہے کی کیل ٹھونک دی جائے لیکن یہ گوارا نہیں کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہ ہو۔'' چنانچہ نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ جب عورتوں سے بیعت لیتے تو مصافحہ نہیں فرماتے تھے بلکہ صرف زبانی اقرار کرواتے تھے۔'' اسلام میں مخلوط معاشرت کی جو ممانعت ہے اس کا سب سے نمایاں اظہار محفل نکاح میں ہوتا ہے۔ نکاح ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان ایسا پختہ معاہدہ ہے جو زندگی بھر کے لیے ہوتا ہے، لیکن اس معاہدے کے انعقاد کے وقت محفل نکاح میں معاہدے کے ایک اہم فریق یعنی دلہن کو آنے کی اجازت نہیں۔ قاضی کے سامنے دلہن کی نمائندگی ایک وکیل اور اس کے دو گواہوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ جو دانشور عورتوں کو ہر کام میں مردوں کے شانہ بشانہ شریک کرنے کی بات کرتے ہیں وہ محفل نکاح میں دلہن کی عدم شرکت کی کیا توجیہ پیش کریں گے؟

سورۃ الاحزاب میں گھر سے باہر کے پردے کے بارے میں احکامات دیئے گئے ہیں۔ ان احکامات کے تذکرے سے قبل ضروری ہے کہ ایک اشکال کا ازالہ کر دیا جائے۔ قرآن پاک میں ان احکامات کے بیان میں خطاب نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ سے ہے لیکن ان کا اطلاق تمام مومنات پر ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں یہ طرزِ تخاطب اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ مردوں کے لیے تو ہر اعتبار سے نمونہ رسول اللہ ؐ ہیں لیکن خواتین کے لیے ان کی زندگی کے نسوانی پہلوؤں کے لحاظ سے نمونہ ازواج مطہراتؓ ہیں۔ یہاں اگرچہ براہِ راست خطاب ازواج مطہراتؓ سے ہے لیکن ان کے واسطے سے پوری امت کی خواتین ان احکامات کی مخاطب ہیں۔ ارشاد ہوا: ''نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو (نامحرم سے) بات میں نرم انداز اختیار نہ کرو مبادا دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص (جنسی) لالچ میں پڑ جائے، بلکہ بات کرو کھری۔'' یعنی عورتوں کو اگر نامحرم مرد سے بات کرنا پڑے تو سیدھے سادے، کھرے اور کسی حد تک خشک لہجے میں گفتگو کی جائے، آواز میں کوئی شیرینی یا لہجہ میں کسی قسم کی لگاوٹ نہ ہو تاکہ سننے والا کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے۔ آیت 33 میں ارشاد ربانی ہے: ترجمہ ''اپنے گھر میں وقار کے ساتھ رہو اور دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔'' اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے زیادہ پسندیدہ طرزِ عمل یہی ہے کہ وہ گھر میں سکون اور وقار کے ساتھ رہے۔ دراصل اسلام میں مردوں کو ان امور کی انجام دہی سونپی گئی ہے جن کا تعلق گھر کے باہر سے ہے اور عورتوں کو ان امور کی جن کا تعلق گھر کے اندر سے ہے۔ مردوں اور عورتوں کے ان دائرہ ہائے کار کا تعین ان کے مزاج اور صلاحیتوں کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ یہ تعین کرنے والا خود خالق کائنات ہے جس کے علم اور جس کی حکمت پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ سورۃ الملک آیت 14 میں ارشاد ہوتا ہے: ''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔'' حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عورتوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ''ساری فضیلت تو مرد لوٹ کر لے گئے۔ وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل سکے؟'' آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی تم میں سے گھر بیٹھی رہے (تاکہ شوہر کے مال، اولاد اور عصمت کی حفاظت کر سکے) وہ بھی مجاہدین کا سا بدلہ پائے گی۔''

اگرچہ عورت کا دائرہ عمل اس کا گھر ہے، تاہم اس کا گھر سے باہر نکلنا بالکل ہی ممنوع نہیں کیا گیا کسی اشد ضرورت کے تحت وہ گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لیے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔'' (بخاری) البتہ سورۃ الاحزاب کی آیت 33 میں فرمایا گیا: ''دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔'' یہاں لفظ ''تبرج'' آیا ہے جس کا مطلب نمایاں ہونا، ابھر کر اور کھل کر سامنے آنا، ظاہر ہونا۔ عورت کے لیے تبرج کا مطلب ہے اپنے حسن کی نمائش کرنا، اور زیور کی خوبصورتی کا اظہار کرنا اور چال ڈھال سے اپنے آپ کو نمایاں کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ عورتیں جب باہر نکلیں تو اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے نمایاں کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ احتیاط کے ساتھ چادر میں مستور ہو کر نکلیں۔ سورۃ الاحزاب کی آیت 53 میں مردوں کو بھی ہدایت کی گئی ہے کہ: ''اور جب تمہیں نبی اکرم ﷺ کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔'' گویا ایک مرد کے لیے بھی جائز نہیں کہ بلا ضرورت کسی اجنبی عورت سے بات کرے۔ البتہ اگر اجنبی عورت سے کوئی کام ہو تو بھی رو برو ہو کر بات کرنے کی اجازت نہیں۔ ذرا تصور کیجئے کہ یہ حکم امت کی ماؤں کے لیے ہے جن کے ساتھ ایک مسلمان کا رشتہ اپنی حقیقی ماں کی طرح پاکیزہ اور متبرک ہے تو عام مسلم خواتین کے ساتھ بغیر پردے کے بات چیت یا لین دین کرنے کی اجازت کس طرح ہو سکتی ہے؟ اس لیے شریعتِ اسلامی میں اجنبی عورت کے ساتھ بلا ضرورت

گفتگو کے تدارک کے لیے اس کے ساتھ خلوت میں موجودگی ہی کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد اس سے قبل بھی عرض کیا ہے کہ: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ کسی عورت کے ساتھ ایسی خلوت میں نہ ہو جہاں اس عورت کا کوئی محرم موجود نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ان دو کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔'' (مسند احمد)

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 59 میں مذکور ہے: ترجمہ ''اے نبیؐ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ستایا نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔'' اس آیت میں ''جلباب'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں کہ جو پورے جسم کو چھپا لے۔ مراد یہ ہے کہ چادر اچھی طرح لپیٹ کر اس کا ایک حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کرو تاکہ جسم اور لباس کی خوبصورتی کے علاوہ چہرہ بھی چھپ جائے۔ البتہ آنکھیں کھلی رہیں۔ درج ذیل احادیث مبارکہ پڑھنے سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں اس حکم پر عمل کس طرح کیا گیا۔ واقعہ افک (جس کے دوران عبداللہ بن ابی نے حضرت عائشہؓ پر بہتان لگایا تھا) کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جنگل سے واپس آ کر جب میں نے دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے تو میں بیٹھ گئی اور نیند کا غلبہ ایسا ہوا کہ میں وہیں پڑ کر سو گئی۔ صبح کو حضرت صفوان بن معطلؓ وہاں سے گزرے تو دور سے کسی کو پڑے دیکھ کر وہاں آ گئے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیونکہ حجاب کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ مجھے پہچان کر جب انھوں نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا تو ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے منہ ڈھانک لیا۔'' حدیث میں الفاظ یوں ہیں کہ ''فخمرتُ وجھی عنہ بجلبابی'' ترجمہ: میں نے ان سے اپنے چہرے کو اپنی چادر کے ذریعے ڈھانپ لیا۔'' (بخاری و مسلم) ایک خاتون جن کا نام ام خلادؓ تھا، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے کا جو شہید ہو چکا تھا انجام دریافت کرنے آئیں اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ نبی اکرمؐ کے ایک صحابیؓ نے ان کی اس استقامت پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ نقاب پہن کر آپ اپنے شہید بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی ہیں۔ انھوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ: ''میرا بیٹا مرا ہے میری حیا نہیں مری ہے۔'' اس کے بعد رسول اللہؐ نے ان کو تسلی دی کہ تمھارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ انھوں نے پوچھا: ایسا کیوں ہوگا یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ اس کو اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔'' (ابوداؤد) حضرت عائشہؓ حجۃ الوداع کے موقع پر سفر کے بارے میں فرماتی ہیں کہ ''قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم رسول اللہؐ کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھیں۔ جب قافلے ہمارے سامنے آتے ہم بڑی چادر سر کی طرف سے چہرے پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے ہم اس کو اٹھا دیتیں۔'' (ابوداؤد) قارئین کرام میں نے امکانی حد تک کوشش کی ہے کہ شرعی پردے سے متعلق قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ سے حاصل ہونے والی رہنمائی کے اہم نکات بیان کر دوں کہ آخر میں، میں تمام حضرات و خواتین کو دعوتِ غور و فکر دیتا ہوں کہ طرز معاشرت کے لیے ایک طرف تو وہ ہدایات ہیں جو قرآن و سنت سے حاصل ہوتی ہیں۔ دوسری طرف وہ مادر پدر آزاد روش ہے جسے مغربی تہذیب اور ہندو ثقافت کے زیر اثر جملہ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ فروغ دیا جا رہا ہے۔ اب ہمیں ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دے کر اختیار کرنے کا فیصلہ کرنا ہے۔ البتہ فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں سوچ لینا چاہیے کہ عنقریب ہمیں روزِ قیامت، عدالت خداوندی میں پیش ہونا ہو گا اور از روئے قرآن ''ہر انسان کو اس روز جتلا دیا جائے گا کہ اس نے کس شے کو ترجیح دی اور کس شے کو چھوڑ دیا۔'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیے زندگی کے تمام معاملات میں اس کے احکامات کی پیروی کریں۔ آمین!

✿✿✿✿✿


حی علی خیر العمل

قرآن فہمی کی طرف پہلا قدم

**25 روزہ قرآن فہمی کورس (کل وقتی)**

**پھر سوئے حرم لے چل**

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلبہ، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہو سکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کر سکیں۔

2007ء کے دوران (ان شاء اللہ) چار کورسز

13 واں کورس - 4 جون تا 29 جون 2007ء

14 واں کورس - یکم جولائی تا 25 جولائی 2007ء

15 واں کورس - یکم اگست تا 25 اگست 2007ء

16 واں کورس - یکم دسمبر تا 25 دسمبر 2007ء

☆ قیام و طعام اکیڈمی کے ذمے ہوگا۔

☆ تعلیمی ٹائم ٹیبل اور قواعد و ضوابط کی پابندی ضروری ہوگی۔

☆ خوبصورت لیکچر ہال، مسجد، لائبریری اور دیگر ضروریات ایک ہی چھت کے نیچے

☆ پُرسکون اور پاکیزہ ماحول

ہر کلاس میں طلبہ کی تعداد 30 سے زیادہ نہیں ہوگی۔ جون 07ء جولائی 07ء اگست 07ء اور دسمبر 07ء میں سے اپنی فرصت کے مطابق نام رجسٹر کرائیں۔

اہل ثروت حضرات سے عطیات کا خیر مقدم کیا جاتا ہے

**قرآن اکیڈمی** لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

فون: 047-7628561-7628361

# مسلمان سائنسدانوں کی ایجادات

پروفیسر ڈاکٹر سید خالد محمود ترمذی

ترکی کے نامور فاضل ڈاکٹر فواد سیزگین جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں' کو جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ' ریاض نے خطاب کی دعوت دی۔ انہوں نے وہاں عربی میں سات خطبات دیئے جنہیں جامع نے 1979ء میں (اسی سال انہیں شاہ فیصل ایوارڈ بھی دیا گیا) ''محاضرات فی تاریخ العلوم'' کے عنوان سے شائع کیا ان میں سے پہلے خطبے ''مکانۃ المسلمین فی تاریخ العلوم'' کے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:۔

گزشتہ صدی کی پہلی دو تہائیوں کے آغاز سے ڈنمارک کے ایک فاضل اوتو نویگباور (Otto Neugebuer) کی اہم مساعی سامنے آئیں جن کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ یونانیوں کو تاریخ علوم میں اولیت حاصل نہیں بلکہ انہیں زمانہ ماقبل اسلام کی بعض اقوام کی کارگزاری ورثے میں ملی تھی۔ ہر وہ کوشش جو یونانیوں کے کارناموں کو ان سے پہلے کی دیگر اقوام سے مربوط کرنے کی کی جاتی ہے' شدید مخالفت سے دوچار ہوتی ہے۔ کوئی بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ یونانیوں کی حیثیت سے متعلق جس تصور کا وہ عادی ہے اس میں تبدیلی لائی جائے۔ حالانکہ تحقیقات سے یہ ثابت ہے کہ یونانی دور سے قبل اڑھائی ہزار برس کا زمانہ گزرا ہے جس میں مختلف ایسے کارنامے انجام دیئے گئے جن کے ہوتے ہوئے یونانیوں کا مقام تاریخ علوم کے وسط میں متعین ہوتا ہے نہ کہ آغاز میں۔

گزشتہ دو صدیوں کے دوران علوم عربیہ پر مستشرقین کی تحقیقات نے تاریخ علوم کے اس غلط تصور کو کسی حد تک متزلزل کیا ہے۔ مگر وہ اس متواضعانہ اعتراف سے آگے نہیں بڑھتا کہ عربوں نے قدیم یونانیوں اور احیائے علوم کے دور میں لاطینیوں کے مابین واسطہ بننے کی خدمت انجام دی۔

ایک اور بات اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ مسلمانوں کے علوم سے لاطینیوں کے استفادہ نے سرقہ وانتحال کی صورت پیدا کر لی۔ اس کی وضاحت کئی محققین اپنے بہت سے تحقیقی مضامین میں کر چکے ہیں جن میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ کس طرح لاطینی علماء نے بعض بحثیں مسلمان علماء کی کتابوں سے اخذ کر کے خود اپنی طرف منسوب کر لی ہیں یا مکمل کتابیں اپنی زبانوں میں ترجمہ کر کے یہ دعویٰ کیا کہ یہ ان کی طبع زاد تصانیف یا ان کی اپنی تالیفات ہیں۔ اسی طرح بعض کتابیں عربی سے ترجمہ کر کے یہ کہا کہ یہ یونانی مشاہیر مثلاً ارسطو' جالینوس' روفوس وغیرہ کی ہیں۔ اس روش اور اس کے دیگر مظاہر کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ انہی کتابوں میں ابن النفیس کی وہ مشہور کتاب بھی ہے جس کو مائیکل سروٹ (Servet) نے اپنے نام منسوب کر لیا۔

علاؤالدین ابوالحسن علی بن ابی الحزم ابن نفیس نے تیرھویں صدی میں سب سے پہلے انسانی جسم میں دوران خون کا انکشاف کیا جسے غلط طور پر ہاروے کے نام منسوب کیا جاتا ہے جو ابن نفیس کے 300 سال بعد سولھویں صدی میں پیدا ہوا۔

## آلات جراحی:

ابوالقاسم الزہراوی بابائے سرجری' جراحی اور علم طب وہ پہلا مسلمان جراح (سرجن) ہے جس نے دسویں صدی ہجری میں 200 آلات جراحی ڈیزائن کئے اور بنائے جو آج بھی سرجن اپریشن کے دوران استعمال کرتے ہیں اور وہی پہلا سرجن ہے جس نے اپریشن کے بعد زخموں کو سینے والا دھاگہ بنایا جو جسم میں ہی جذب ہو جاتا ہے۔ کلوروفام کے سب سے پہلے موجد بھی مسلمان سائنسدان تھے' جنہوں نے افیون کو الکحل کے ساتھ ملایا۔ کلوروفارم اپریشن سے پہلے مریض کو بے ہوش کرنے کے لئے سنگھائی جاتی ہے۔

## ٹیکے کی ایجاد:

کہا جاتا ہے کہ فرانسیسی سائنس دان پاسٹر (Paster) نے ٹیکہ ایجاد کیا۔ حالانکہ یہ بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ 1724ء میں سلطنت عثمانیہ کے دارالخلافہ استنبول میں متعین برطانوی سفیر کی اہلیہ کے ذریعے یہ ایجاد یورپ پہنچی۔ بلکہ ترک اپنے بچوں کو بعض مہلک امراض سے بچاؤ کے ٹیکے بھی لگاتے تھے جن سے یورپ 50 سال بعد متعارف ہوا۔

## پین کی ایجاد:

پین (قلم) کی ایجاد کا اعزاز بھی مسلمانوں کو حاصل ہے۔ مصر کے سلطان نے قلم بنانے والوں سے ایسے قلم کی فرمائش کی جس میں سیاہی بھری جائے اور اسے بار بار دوات میں ڈبونا نہ پڑے نیز وہ ہاتھ اور کپڑے خراب نہ کرے تو اس طرح فاونٹین پین ایجاد ہوا۔

## الجبرا کی ایجاد:

یہ تو سب کو تسلیم ہے کہ الجبرا خوارزمی نے ایجاد کیا۔ اس نے ابو یوسف یعقوب بن اسحاق الصباح الکندی کے ساتھ مل کر ترسیم اعداد کا نظام وضع کیا۔ لیکن اہل مغرب لانا فلہ کے انکشاف کا سہرا اطالوی ریاضی دان فبوناچے کے سر باندھتے ہیں جس نے 300 سال بعد جا کر عربوں سے علم ریاضی سیکھا اور پھر اہل یورپ کو سکھایا۔ اسی طرح ریاضیات کے میدان میں ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ الماھانی (م۔267ھ) نے تیسری صدی ہجری کے وسط میں تیسرے درجے کی مساوات کا عددی حل تلاش کرنے کی کوشش کی۔

ابوبکر محمد بن زکریا رازی (240ھ۔ 323ھ) نے طب اور بصریات کے میدان میں اقلیدس (Euclid) 295 ق م اور جالینوس Galen کے اس قول کو رد کیا کہ اشیاء کے دکھائی دینے کا عمل روشنی کے آنکھ سے نکل کر آنکھ کی طرف جانے سے عبارت ہے اس کے برعکس رازی نے کہا کہ دکھائی دینے کا عمل مادے سے آنکھ تک روشنی کی رسائی پر مبنی ہے کیونکہ آنکھ تو روشنی کا منبع نہیں ہے ورنہ اندھیرے میں بھی آنکھ دیکھ سکتی' اسی طرح ان کی یہ رائے ہے کہ آنکھ کی پتلی آنکھ میں داخل ہونے والی روشنی کی مقدار کی مناسبت سے سکڑ سکتی یا پھیلتی رہتی ہے' یہی وجہ ہے کہ تیز روشنی سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔

اسی طرح علم ریاضی میں محمد بن محمد بن الحسن نصیرالدین طوسی (م۔672ھ) نے علم المثلثات (Trigonometery) کو ایک مستقل علم کی حیثیت دی۔ اہل مغرب اس کا سہرا ریجو مونتاس کے سر باندھتے ہیں۔

## تجربہ اور نظریہ (Theory)

طویل مدت سے راجر بیکن کو اس منہج علمی کا بانی شمار کیا جاتا ہے جس کی رو سے طبیعیات (Physics) کیمیا میں تجربے کو تحقیق کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن علم منطق کے فاضل مورخ پرانتل (C.Prantl م 1893) ویڈیمان (E.Wiedemann) اور شرام (M.Schramm) جیسے ماہرین نے صراحت کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ اس علمی منہج کے اولین بانی عرب ہیں۔ اس موضوع پر عربوں کو اولیت حاصل ہے۔ جنہوں نے اس مسئلے پر توجہ دی کہ علوم طبیعی میں تحقیق کی بنیاد تجربہ ہے اور تجربے سے قبل نظریے کا ہونا لازمی ہے۔ (وہ تمام نتائج جو راجر بیکن سے منسوب کئے جاتے ہیں اس نے عربی کتب کے لاطینی ترجموں سے حاصل کئے تھے) پھر انہی تجربوں کی بنیاد پر انجینئر الجزاری نے بہت سی ایسی مشینیں اور آلات ایجاد کئے جو آج کے جدید مشینی دور کی بنیاد بنے۔ اس نے مشینی گھڑیاں ایجاد کیں اور سوٹ کیسوں اور بیگوں میں استعمال ہونے والے ہندسوں والے قفل کی ایجاد کا بانی ہے۔ اسے بابائے مشینی آلات کہا جاتا ہے۔

اسی طرح اقتصادیات کے میدان میں بینکوں کے جو چیک ہیں یہ عربی لفظ ''صک'' سے ماخوذ ہیں نویں صدی میں تاجروں میں ان ''چیکوں'' کا استعمال عام تھا کہ بغداد کے تاجر کوئی مال چین کے تاجر سے منگاتے تھے تو بجائے نقد رقم کے (جس کے لوٹ لئے جانے کا خطرہ بھی ہوتا تھا) چیک لے لیتے تھے اور وہ چین میں بغداد کے تاجر کے نمائندے سے رقم وصول کر لیتے تھے چیک کے بدلے۔

## فلسفہ تاریخ:

اسی طرح فلسفہ تاریخ اور علم الاجتماع یعنی عمرانیات کے میدان میں ابن خلدون پہلا مفکر تھا جس نے اس موضوع کو

مستقل حیثیت دی۔ اس لئے مغربی مفکرین آپ کو فلسفہ تاریخ کا بانی تسلیم کرتے ہیں۔ آپ نے تاریخ کو محض سیاسی واقعات اور فوجی مہمات پر مبنی قرار نہیں دیا بلکہ اس میں زندگی کے معاشرتی اور معاشی پہلوؤں کو بھی شامل گردانا' گویا ہر وہ کام جو انسان نے معاشرے میں رہتے ہوئے سرانجام دیا۔ تاریخ کی روح سمجھا جانے لگا۔ تاریخ کے بارے میں ایسا عالمگیر نظریہ نہ تو ان کے پیشروؤں میں ملتا ہے نہ ان کے بعد آنے والے مؤرخوں میں۔

ابن خلدون نے تاریخ کو آرٹ کے مضامین کے زمرے سے نکال کر سائنس کی سطح پر پیش کیا۔ آپ کے نظریات کے مطابق تاریخ کا وہی رتبہ ہے جو سائنس کا ہے۔ جس طرح صبر و استقلال کے ساتھ ایک سائنسدان اپنے مفروضات (Theories) کو تجربے کے ترازو میں تولتا ہے حتیٰ کہ وہ حقیقت کا سراغ لگالیتا ہے اسی طرح مؤرخ کو بھی تلاش حقیقت کے لئے یہی اسلوب اختیار کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے تاریخی مواد کے لئے تنقیدی اصول اور قواعد مقرر کئے۔ ان کے تنقیدی اصولوں کی مثالیں 'مقدمے' میں جابجا ملتی ہیں جو آپ نے اپنی تاریخ عالم کے دیباچے کے طور پر رقم کیا ہے۔ صرف ایک تاریخی واقعہ کی حقیقت سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے تاریخ کے لئے جو تنقیدی اصول پیش نظر رکھے وہ کس قدر مفکرانہ بنیادوں پر قائم تھے۔ مثلاً اسرائیل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میدان بطحہ میں ان کی فوج کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ ابن خلدون اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں جو یہودی تحریک کے عروج کا زمانہ تھا۔ یہودیوں ہی کے تاریخی ماخذوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی فوج کی تعداد 12 ہزار سے زیادہ نہیں تھی' کہ اس زمانے میں جب وہ اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے فروتر تھے۔ 6 لاکھ فوج اکٹھی کرنا ناممکن ہے کیونکہ حضرت موسیٰؑ اور اسرائیل کے درمیان چار پشتوں کا فرق ہے اور وہ قوم جسے فرعون نے ملک بدر کردیا تھا چار پشتوں کے بعد چھ لاکھ فوج تیار کرے۔ (یہی کذب بیانی ان کی (یہود کی) ہالوکاسٹ کے بارے میں ہے۔ خ۔م)

ابن حزم وہ پہلا مسلمان سائنس دان اور جغرافیہ دان تھا جس نے گلیلیو سے بھی پانچ سو برس پہلے یہ انکشاف کیا کہ زمین گول ہے' ایک سیارہ ہے اور گھومتی ہے۔ عرب ماہرین فلکیات نے سب سے پہلے کرہ ارض کا محیط معلوم کیا جو آج بھی صحیح ہے۔ اس کا سہرا ارشمیدس کے سر باندھا جاتا ہے۔ الدریسی نے صقلیہ کے بادشاہ راجر کی خدمت میں بارھویں صدی میں کرہ ارض کا **نقشہ گلوب کی شکل** میں پیش کیا جس پر تمام ممالک اور شہروں کے نام درج تھے۔

**مسلمانوں** نے ہوائی چکی ایجاد کی جس سے آٹا اور دالیں پیسی جاتی ہیں۔ جنگوں میں استعمال ہونے والی زرہ بکتر ایجاد کی جسے فوجی پہن کر نیزوں اور تلواروں کے وار سے اپنا بچاؤ کرتے تھے۔ نیز جنگی اغراض کے لئے بارود ایجاد کیا اور اس میں پوٹاشیم استعمال کیا جو آتش گیر ہے۔ راکٹ ایجاد کیا جسے جنگی کشتیوں پر داغا جاتا تو اس میں سوراخ کر دیتا تھا۔

(ماخوذ از المجمع نومبر 2004ء)


# اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ

ایک رفیق...... چار احباب

### دعوت کی ضرورت و اھمیت

# حقوق و فرائض

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے فرائض مقرر، سنتیں جاری اور حدود متعین کر دیئے ہیں۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام اور دین کو قانون (ضابطۂ حیات) بنادیا ہے اور اس کو آسان و خوشگوار اور کشادہ بنادیا، اسے تنگ نہیں بنایا۔ سنو! جس آدمی میں امانت کا پاس نہیں اس میں ایمان نہیں۔ جس میں وفائے عہد کی صفت نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کو توڑا' اللہ تعالیٰ اسے پکڑے گا اور جو میرے ذمہ کو توڑے گا میں اس کے خلاف مقدمہ دائر کروں گا اور میں مقدمہ کو جیت لوں گا۔ وہ میری شفاعت سے محروم ہوگا اور میرے پاس حوض کوثر پر نہ آسکے گا۔ سنو! میں نے بات پہنچادی۔

(مجمع الزوائد جلد اوّل ___ مولانا مالک فی ترجمان القرآن)

ہر انسان اجتماعی زندگی گزار رہا ہے اور جماعتی، قومی، ملی زندگی میں اس کی کوئی نہ کوئی ذمہ داری ہے اور اس نے ہر سطح پر عہد بھی کر رکھا ہے، ان فرائض و حقوق کے بارے میں اس کی مسئولیت ہے اور بندہ مومن ان کو ادا کرنے کی مقدور بھر سعی کرتا ہے۔ اس لئے اس کی صفات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴾ (المومنون) ''اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔'' اور فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴾ (النساء) ''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں اُن کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ اللہ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے۔'' ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ (الانفال) ''اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔''

عزیز رفقاء گرامی! اللہ کے دین کی دعوت (بلغوعنی ولوآیۃ۔ پہنچاؤ میری جانب سے چاہے ایک ہی آیت۔) ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اور ہمارے تمام احباب (الاقرب فالاقرب) کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم دین کی دعوت اُن تک کا حقہ پہنچائیں۔ اور اللہ کے دین کی تعلیمات جو ہم نے سمجھیں ہیں وہ ہمارے پاس امانت ہیں۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِن اللّٰه یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰتِ اِلٰی اھلھا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور قیامت کے دن ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!!

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

دعوتی تحریک کے سلسلے میں تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبۂ دعوت کی ٹیم کے آئندہ پروگراموں کا شیڈول حسب ذیل ہے:

حلقہ سرحد جنوبی 25 تا 26 اپریل

حلقہ پنجاب غربی 30 اپریل 2 مئی

حلقہ پنجاب وسطی 29 اپریل تا یکم مئی

ساتھیوں سے درخواست ہے کہ وہ کثیر تعداد میں اِن پروگراموں میں شریک ہو کر تنظیمی عہد کی پاسداری کریں

**المعلن: مرکزی شعبۂ دعوت تنظیم اسلامی**

67۔ اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ فون: 6316638-6366638

# سرمایہ داری، جاگیرداری اور جمہوریت کی تثلیث

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

سرمایہ دارانہ نظام کی سب سے بڑی خوبی یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس میں ہر شخص زیادہ دولت جمع کرنے کے لالچ میں زیادہ بھاگ دوڑ کرتا ہے اور اس سے دولت کی ریل پیل ہوتی ہے جس کی مثال امریکہ ہے۔ اس کے برعکس کمیونزم میں چونکہ انفرادی ملکیت کی نفی تھی اس لئے کسی کو کام سے دلچسپی نہ رہی اور وہ ناکام ہوگیا۔ اس کی مثال روس ہے۔ اگرچہ یہ دونوں مثالیں کلی حقیقت نہیں ہیں، تاہم اگر انہیں دوست مان بھی لیں، تب بھی سرمایہ دارانہ نظام بالفعل رحمت کی بجائے عذاب ثابت ہوا ہے۔ اس لئے کہ اس نظام کی جڑ بنیاد ہی لالچ، جھوٹ، فریب اور مکاری ہے۔ اس میں کسی اخلاق یا قانون کا کوئی عمل دخل نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کی ساری دولت بڑی تیزی سے چند ہاتھوں میں منتقل ہو رہی ہے اور لوگوں کی اکثریت اس نسبت سے معاشی بدحالی کا شکار ہو کر غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی اس تیز رفتار ترقی میں انسانی کاوش کا بھی یقیناً ہاتھ ہے لیکن اس کا اصل راز امریکی اسلحہ کی برتری ہے جو اُسے روس کی شکست و ریخت کے بعد پوری دنیا پر حاصل ہوگئی ہے اور جس کے بل پر وہ کمزور ممالک کی معیشت کا بلا شرکت غیرے مالک بن گیا ہے۔ چنانچہ 1982ء میں امریکہ میں اگر 13 کی تعداد میں ارب پتی تھے تو 1990ء میں ان کی تعداد بڑھ کر ایک سو کے قریب ہوگئی تھی۔ جس میں اسی رفتار سے مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ نتیجتاً ایک طرف دولت مند طبقہ پھل پھول رہا ہے تو دوسری طرف اسی نسبت سے عام آدمی کا معاشی دائرہ تنگ ہو رہا ہے۔ مثلاً 1950ء کی دہائی میں جب امریکہ میں خاندان کا صرف ایک فرد کام کرتا تھا اور اس گھر میں دو دو، تین تین کاریں موجود رہتی تھیں وہاں اب دونوں میاں بیوی کام کر کے بمشکل گزر بسر کرتے ہیں، حالانکہ امریکہ نے اس دوران فلپین، جنوبی کوریا، جرمنی، ایران، کویت، مالا، مشرق وسطیٰ، ایشیاء، انڈونیشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ وغیرہ میں بھی معاشی مفادات حاصل کر لئے تھے۔ امریکی سرمایہ دارانہ نظام جن بنیادوں پر کام کرتا ہے وہ یہ ہیں۔

پوری دنیا کو امریکی کارپوریشنوں کی منڈی بنا دینا

کانگریس کے اراکین کے مفادات کا تحفظ

کسی متبادل معاشی نظام کا طاقت سے راستہ روکنا اور

امریکہ کا پوری دنیا پر سیاسی اقتدار قائم کرنا

سرمایہ داری نظام میں زندگی کی ہر شئے، زندہ یا مردہ قابل خرید و فروخت تصور ہوتی ہے۔ سرمایہ داری کے دو طریقے ہیں۔

1۔ صنعتی کارخانوں میں مال تیار کر کے منہ مانگے داموں اس کی فروخت

2۔ روپیہ سے روپیہ کمانا یعنی بانڈز، سٹاک، سیکورٹیز میں سٹہ بازی۔

حکومتیں، وہ جمہوری ہوں یا آمرانہ، سرمایہ دار اور

> **حکومتیں، وہ جمہوری ہوں یا آمرانہ، سرمایہ دار اور جاگیردار طبقہ کے مفاد کے لئے کام کرتی ہیں۔ حکومت اور پارلیمنٹ تبدیل ہوتی رہتی ہے مگر مفادات پرست طبقہ جس کے پاس اصل اقتدار ہے تبدیل نہیں ہوتا، وہ ہمیشہ پس پردہ رہ کر کام کرتا ہے**

جاگیردار طبقہ کے مفاد کے لئے کام کرتی ہیں۔ چنانچہ ٹیکسوں اور سود کا ایسا نظام وضع کیا گیا ہے جس کے ذریعہ عام آدمی کا معیار زندگی ہمیشہ نچلی سطح پر رکھا جاتا ہے اور بنکنگ جو ہے ہی فراڈ۔ کہتے ہیں کہ بنک کو لوٹنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بنک کے مالک بن جائیں۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے وقفہ وقفہ سے اجرتوں میں اضافہ کیا جاتا ہے لیکن ٹیکسوں اور سود کے ذریعہ اس سے کئی گنا واپس لے لیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ لوگوں کو یہ چیزیں کیوں دکھائی نہیں دیتیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ایک مچھلی کو ٹھنڈے پانی کے ٹب میں چھوڑ دیں اور اس کے نیچے دھیمی آگ جلا کر اس میں رفتہ رفتہ اضافہ کرتے رہیں، مچھلی کو محسوس نہیں ہوگا کہ اسے روسٹ کیا جا رہا ہے۔

سرمایہ دار اور جاگیردار جن کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں جو ساری دولت کے مالک ہیں اور جو پورے عالمی نظام کو کنٹرول کرتے ہیں، دراصل پرانے، جاگیردار اور سرمایہ دار، خاندان ہیں جو اب پس پردہ رہ کر دنیا پر حکومت کر رہے ہیں۔ ہمیں جو سیاسی اور معاشی نظام نظر آتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، نہ یہ سرمایہ اور دولت کسی ملک یا قوم کی ملکیت ہے نہ ہی پرانا سامراجی نظام دنیا سے رخصت ہوا ہے، جس طرح پرانا جاگیرداروں اور سرمایہ داروں پر مشتمل طبقہ بدستور دولت کا اصل مالک ہے، بعینہ وہ نمائشی حکمرانوں کی شکل میں فوج اور دولت کی طاقت سے اقتدار پر بھی قابض ہے۔

سرمایہ داروں کی ہوس زر کی ایک ادنیٰ مثال برازیل کے ''برساتی جنگلات'' (Rain Forests) کی تباہی ہے۔ برازیل میں زراعت پر چونکہ ٹیکس نہیں تھا لہٰذا سرمایہ داروں نے محض ٹیکس بچانے کے لئے کسانوں سے زرعی زمینیں خرید لیں مگر انہیں چونکہ زراعت سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لئے زرعی پیداوار کم ہو گئی اس طرح جنگلات پر ٹیکس عائد تھا لہٰذا ٹیکس سے بچنے کے لئے جنگلات کا صفایا کر دیا جس کی وجہ سے فضائی آلودگی میں اضافہ ہوا، جب کوئی ایک ملک دیوالیہ ہو جاتا ہے اور سرمایہ داروں کے لئے مزید کشش کا باعث نہیں رہتا تو وہ وہاں سے سرمایہ نکال کر کسی دوسرے ملک کا رخ کرتے ہیں، اسے کہتے ہیں کہ سرمایہ کو قرار نہیں۔ سرمایہ جہاں جاتا ہے لوگ بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ان کے ہاں ملک میں بیرونی سرمایہ آ رہا ہے جیسے ان کے لئے آ رہا ہے، یہ نہیں جانتے کہ ان کا تیل نکالنے آ رہا ہے۔ نجکاری Privatization کیا ہے، قومی دولت کی لوٹ سیل، اسی طرح بے ضابطہ کاری Deregulation سرمایہ داروں کو کھلی چھوٹ۔

لوگ جمہوریت کے دیوانے ہیں، ہر ایک جمہوریت کے لئے مرا جا رہا ہے، یہ جانے بغیر کہ مغربی جمہوریت کیا ہے۔ جمہوریت سرمایہ داری کے چہرے کا نقاب ہے جبکہ سرمایہ داری، جاگیرداری کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ یونانی جمہوریت نے جس کے مطابق مغربی جمہوریت تشکیل پائی تھی، غلامی سے جنم لیا تھا۔ جس طرح یورپ میں لوگ فیوڈل لارڈز کے غلام تھے یا امریکہ میں سیاہ فام، یونانی معاشرہ میں اکثریت غلاموں کی تھی لہٰذا جمہوریت کی بنیاد امراء نے ڈالی تھی نہ کہ عوام نے۔ جیسا کہ عام طور پر یقین کر لیا گیا ہے ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ اس

دعویٰ کے برعکس کہ حکومت عوام کی' عوام کے ذریعہ اور عوام کے لئے' حکومت ہمیشہ امراء کے پاس رہتی اور اگر جمہوریت میں سب کو مساوی مواقع میسر آتے ہیں تو دولت چند ہاتھوں میں کیوں مرکوز ہے۔ چنانچہ یہ اب کوئی راز نہیں رہا کہ پارلیمنٹ جو بل منظور کرتی ہے وہ پہلے ایک مخصوص طبقہ منظور کرتا ہے بلکہ خود پارلیمنٹ اور حکومت بھی ایک مخصوص طبقہ کی مرضی سے وجود میں آتی ہے۔ حکومت اور پارلیمنٹ تبدیل ہوتی رہتی ہے مگر مفادات پرست طبقہ جس کے پاس اصل اقتدار ہے تبدیل نہیں ہوتا' وہ ہمیشہ پس پردہ رہ کر کام کرتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان میں کون سی ایسی بات ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے' تو لوگ پھر کیوں اندھے بہرے ہو جاتے ہیں' اس لئے کہ میڈیا نے ہم سب کی مت مار رکھی ہے یا ہپناٹائز (Hypnotise) کر رکھا ہے۔ آپ کو اپنے ذہن سے کام لینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ میڈیا کے ذریعہ آپ تک وہ بات از خود پہنچ جاتی ہے جو آپ کے دل میں ہوتی ہے اور آپ مطمئن ہو جاتے ہیں کہ آپ کے مفادات کے لیے کام ہو رہا ہے۔ جمہوریت کے نام جو ٹھگی ہو رہی ہے نام نہاد اپوزیشن اس میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور اس کا مناسب معاوضہ وصول کرتی ہے۔

جاگیردارانہ نظام میں جس طرح مختلف گروہ اور افراد اس نظام کی خوبیاں بیان کرنے اور اسے قائم رکھنے کے لیے خدمات انجام دیتے تھے اسی طرح لاء اینڈ آرڈر کے نام پر جمہوریت یا Status quo قائم رکھنے کے لیے فوج، پولیس، عدلیہ، مذہبی، پیشوائیت اور میڈیا پر مبنی ایک مکمل نظام وضع کیا گیا ہے جس کا واحد مقصد سرمایہ داری کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ دنیا میں جنگیں کیوں ہوتی ہیں اور کون کرواتا ہے۔ ظاہر ہے جاگیردار اور سرمایہ دار اور مقصد ذاتی دولت اور اقتدار کو تحفظ فراہم کرنا ہوتا ہے مگر کہا یہ جاتا ہے کہ ملک اور قوم کی سلامتی اور تہذیب خطرہ میں تھی۔ جبکہ اصل حقائق ہمیشہ راز میں رکھے جاتے ہیں۔ اگر آپ کو جنگ عظیم دوم کے اصل حقائق معلوم ہو جائیں تو آپ صدمہ سے پاگل ہو جائیں۔ ذاتی مفادات کی خاطر اتنی بڑی تباہی۔ اب دنیا اس منزل پر آ چکی ہے جہاں نوع انسانی تاریخ کی بدترین غلامی کے شکنجے میں جکڑی جا چکی ہے۔ بدترین اس لحاظ سے کہ یہ غلامی عالمی سطح پر قائم ہو رہی ہے۔ ممکن ہے آپ اسے مبالغہ آرائی پر محمول کریں کیونکہ دنیا میں بہت سے ممالک خصوصاً یورپی ممالک میں لوگوں کو نسبتاً بہت زیادہ شخصی آزادی اور معاشی خوشحالی حاصل ہے، یہ بات بہت حد درست نظر آتی ہے لیکن ایک بات تو یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک کے درمیان یہ فرق و تفاوت وسائل اور توانائی کی بنیاد پر ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں رہنے والے ذہنی اور جسمانی طور پر آزاد اور خود مختار ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان بھی یہ فرق و تفاوت عین فطری ہے کیونکہ تمام انسان یکساں صلاحیتوں کے مالک نہیں ہوتے، جو لوگ اپنے آقا کے لیے زیادہ مفید ثابت ہو سکتے ہیں انہیں بہتر مقام اور سہولت حاصل ہوتی ہے مگر جس بات کی جانب یہاں توجہ دلانے کی کوشش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں بہت کم مدت ایسی گزری ہے جس میں لوگ حقیقی آزادی اور شرف انسانیت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ لوگوں کی اکثریت ہمیشہ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی غلام رہی ہے مگر اسے مقدر سمجھ کر اس پر قناعت کر لینا کسی انسان کے لیے جائز نہیں۔

(کتاب Feudalism.....Ablias American Capitalism سے ماخوذ)

✿✿✿✿✿

## بقیہ: اداریہ

محترمہ آپ بہت چالاک' ہوشیار' سیاسی داؤ پیچ کھیلنے کی ماہر ہوں گی لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آپ بہت کوتاہ نظر ہیں اور دور بینی کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ آپ ماضی سے کوئی سبق سیکھنے کو تیار نہیں اور نہ ہی آپ کی مستقبل پر نگاہ ہے۔ ماضی میں بھی جن فوجی آمروں یا سیاست دانوں کو امریکہ نے کندھا دے کر پاکستانی عوام پر مسلط کیا تھا اُن کا بھی انجام اچھا نہیں ہوا تھا اور اب تو امریکہ خود روبہ زوال ہے۔ امریکی معیشت بڑی تیزی سے تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اخلاقی برتری تو اسے کبھی بھی حاصل نہ تھی' اُس کی عسکری قوت کا جنازہ افغانستان اور عراق میں نکل جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

محترمہ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ایسے شواہد مل رہے ہیں کہ یہودی بھی امریکہ کے مستقبل کو تاریک سمجھنے لگے ہیں' ایسے میں اگر آپ بھاگتے چور کی لنگوٹی سمجھ کر لنگڑا' لولہ اقتدار حاصل کر لیں گی تو صرف اُس بدنامی میں اضافہ ہوگا جو پہلے دو مرتبہ اقتدار میں حاصل ہوئی تھی۔ قومی اور ملکی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں اس ڈیل سے صرف یہ خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ ان نام نہاد روشن خیال سیکولر طبقہ کو پاکستان پر مسلط کرنے کے لئے مشرف کو انتخابات میں دھاندلی کرنے کی کھلی چھٹی نہ دے دی جائے کیونکہ امریکہ جمہوریت کے لئے پریشان نہیں' اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے اپنی مرضی کی حکومت مسلط کرنا چاہتا ہے۔ وگرنہ اس ڈیل کا روشن پہلو یہ ہے کہ رائٹ اور لیفٹ کی پولرائزیشن واضح طور پر ہو جائے گی۔ مبینہ روشن خیال مشرف اینڈ کمپنی اور پیپلز پارٹی اتحادی بن جائیں گے اور مسلم لیگ (ن) اور ایم ایم اے اور عمران خان کی تحریک انصاف اُن کے مقابلے میں آ جائے گی اگر ایسی صورت میں فری اور فیئر الیکشن کا خواب پورا ہو گیا تو صدر مشرف کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ پاکستان میں بقول خود اُن کے کتنے روشن خیال ہیں اور کتنے رجعت پسند۔

آخر میں ہم اس بات پر افسوس کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارے رہنماؤں کا کیا کردار ہے ابھی تو میثاق جمہوریت پر کیے جانے والے دستخطوں کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی ہوگی کہ بے نظیر نے ایک فوجی آمر سے ڈیل کر دی' اس ڈیل کو ہم بے نظیر ڈیل ہی قرار دے سکتے ہیں۔

## ✿✿ضرورت رشتہ✿✿

☆ لڑکی' عمر 26 سال' قد 5 فٹ 4 انچ' تعلیم بی ایس سی (زوالوجی' باٹنی) صوم وصلوٰۃ کی پابند' خوبصورت کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ' دینی مزاج کا ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔ فون: 7154333, 0333-4281501

☆☆☆☆☆

☆ کمبوہ خاندان کو اپنی بیٹی عمر 16 سال' تعلیم میٹرک کے لئے لاہور میں مقیم دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-4080611

☆☆☆☆

☆ 28 سالہ راجپوت بھٹی' تعلیم ایم اے اکنامکس طلاق یافتہ' ایک بچے کی ماں' پردے کی پابند خاتون کے لیے دیندار اور برسر روزگار رشتہ چاہیے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 042-7576646

## دعائے مغفرت کی اپیل

☆ پیرس میں مقیم رفیق تنظیم' طاہر قریشی کی والدہ گزشتہ دنوں وفات پا گئی ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی کوٹ ادو کے ملتزم رفیق محمد مظہر لیٹین کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی ملتان شمالی کے معتمد شکیل اسلم کا ڈھائی سالہ بھتیجا وفات پا گیا ہے۔

قارئین ندائے خلافت سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی درخواست ہے۔

☆ کیا اسلام گداگری کی اجازت دیتا ہے؟ ☆ پردہ کے احکامات میں غضِ بصر سے کیا مراد ہے؟

## ☆ شعبۂ حادثات کا ڈاکٹر اگر مریضوں کی وجہ سے نماز ادا نہ کرسکتا ہو تو اپنی نماز کس وقت ادا کرے؟

☆ ایمان کے حوالے سے امید اور خوف کی وضاحت فرمائیے؟

## پوچھے گئے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

**س:** کسی کو اگر زکوٰۃ کی رقم دی جائے اور اسے بتایا نہ جائے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ (ابرار احمد)

**ج:** اگر آپ سمجھتے ہیں کہ فلاں شخص زکوٰۃ کا مستحق ہے اور بتانے سے اس کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے تو اس کو بتائے بغیر زکوٰۃ کی رقم دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ مستحقین زکوٰۃ میں آتا ہے یا نہیں تو پھر بہتر صورت یہی ہے کہ اس کو بتا کر دی جائے تاکہ اصل حقدار کو اس کا حق پہنچ سکے۔

**س:** کیا اسلام گداگری کی اجازت دیتا ہے؟ کسی ضرورتمند کو اپنی حاجت روائی کے لیے کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟ (خرم شکیل)

**ج:** اسلام نے سوال کرنے کو بہت ناپسند کیا ہے سوائے اس کے کہ کوئی بہت ہی اضطراری کیفیت ہو' اس حالت مجبوری میں بھی صورت حال یہی ہو کہ انسان اتنے ہی کا مطالبہ کرے جتنا اس کی ضرورت ہے اور اگر قرض کی صورت میں سوال ہو تو زیادہ بہتر صورت یہی ہے۔ جہاں تک گداگری کا پیشہ اختیار کرنے کا معاملہ ہے تو یہ حرام ہے۔

**س:** شعبۂ حادثات کا ڈاکٹر مریضوں اور زخمیوں کو دیکھنے میں مشغول ہو اور نماز کا وقت ہو جائے لیکن وہ مریضوں کی وجہ سے نماز ادا نہ کرسکتا ہو تو اپنی نماز کس وقت ادا کرے؟ (علی رضا)

**ج:** اگر تو کوئی ایمرجنسی یا ایسے آپریشن کا معاملہ ہے کہ جس میں مریض کی جان کو خطرہ لاحق ہو تو اس میں مریض کی جان بچانے کے لیے نماز کو مؤخر کیا جاسکتا ہے اس کی بہتر صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ظہر اور عصر کو اکٹھا کرلیا جائے ظہر کو لیٹ کر کے عصر کے ساتھ ملالیں یا عصر کو پہلے ظہر کے ساتھ ملالیں۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کو مغرب یا عشاء کے وقت اکٹھا کرلیں۔ لیکن معمول کے چیک اپ یا راؤنڈ میں نماز کو لیٹ کرنا گناہ کبیرہ ہے جس کی شریعت میں قطعاً کوئی اجازت نہیں ہے۔

**س:** پردہ کے احکامات میں غضِ بصر سے کیا مراد ہے؟ کیا نامحرم خواتین کو باحیا نظر سے دیکھنا غض بصر کی تعریف میں آئے گا؟ (صدیق)

**ج:** "غض" کا معنی عربی زبان میں دبانا' پست کرنے کا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "**ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ**" جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں اپنی آوازوں کو دبا کر رکھتے ہیں' یہ واضح رہے کہ "غض" کا مطلب نظریں بند کرنا نہیں ہے بلکہ نظر کو کھلا اور آوارہ نہ چھوڑیں' جس کی تشریح ایک حدیث میں آئی ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جب تمہاری نظر کسی غیر محرم عورت پر پڑے تو پہلی نظر معاف ہے لیکن دوسری مرتبہ نظر مت ڈالو۔ بصر میں داخل نہیں ہے۔ نظر کا باحیا ہونا اپنی جگہ اہم ہے لیکن غض بصر کا مفہوم اس سے بڑھ کر ہے۔

**س:** ایمان کے حوالے سے امید اور خوف کی وضاحت فرمائیے؟ (فرمان علی)

**ج:** بندہ مومن کے ایمان کی یہ دونوں کیفیات ہونی چاہیے' علماء نے لکھا ہے کہ انسان کی زندگی میں اللہ کی ناراضگی اور عذاب کے خوف کا پہلو زیادہ ہونا چاہیے' لیکن آخری وقت میں جب زندگی کی امید نہ رہے' امید کا پہلو غالب ہونا چاہیے کیونکہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ میں انسان سے ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ اس کا میرے بارے میں گمان ہوتا ہے' اس لیے اللہ کے عذاب کا خوف بھی ہو اور اس کی رحمت کی امید بھی ہو' یہ دونوں پہلو ہوں گے تو ایمان مکمل ہوگا۔

✿✿✿✿✿


**کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ**

✿ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
✿ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
✿ نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (III'II'I)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

**شعبہ خط و کتابت کورسز**
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-3


قارئین! کالم "تفہیم المسائل" کے لئے آپ اپنے سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیج سکتے ہیں۔

## سیکولر ترکوں کا مظاہرہ

ترکی کے دارالحکومت انقرہ میں تین لاکھ سے زائد ترکوں نے مظاہرہ کیا ہے تاکہ موجودہ حکومت وزیراعظم طیب اردگان کو اپنا صدارتی امیدوار نہ بنا سکے۔ سیکولر ترکوں کا کہنا ہے کہ چونکہ اردگان اسلامی سوچ رکھتے ہیں' لہٰذا انہیں صدر نہیں بننا چاہیے۔ واضح رہے کہ اگر حکمران جماعت نے انہیں صدر نامزد کر لیا' تو وہ منتخب ہو سکتے ہیں۔

## آن لائن تجارت غیر اسلامی ہے

ملائیشیا میں قومی فتویٰ کونسل کے ناظم اعلیٰ عبدالشکور حسین نے قرار دیا ہے کہ آن لائن تجارت غیر اسلامی ہے' اس لیے مسلمان اس سے خرید وفروخت نہ کریں اور نہ ہی سرمایہ کاری کریں۔ وجہ یہ ہے کہ انٹرنیٹ پر تجارت کرنے والے غیر اسلامی ادارے سود ادا کرتے ہیں جو اسلام میں حرام ہے۔ عبدالشکور صاحب نے مشورہ دیا ہے کہ مسلمان ان سرکاری اور غیر اسلامی اسکیموں میں سرمایہ کاری یا تجارت کریں جن کی بنیاد اسلام کے اصولوں پر رکھی گئی ہے۔

## موسم بہار کا حملہ کہاں ہے؟

یہ سننے میں آ رہا تھا کہ مشرقی اور جنوبی افغانستان میں طالبان موسم بہار شروع ہوتے ہی امریکا اور نیٹوں کے خلاف وسیع پیمانے پر جنگی کارروائیوں کا آغاز کریں گے مگر اپریل آدھے سے زیادہ گزر چکا اور اس آپریشن کے آثار نظر نہیں آ رہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ شاید طالبان ازسرنو اپنی تنظیم کرنے میں مصروف ہیں اور وہ جلد حملہ آور ہوں گے مگر ایک سوچ یہ بھی ہے کہ ان کی قوت پہلے جیسی نہیں رہی۔ اگر آمدہ مہینوں میں طالبان متحرک نہ ہوئے تو اس کا مطلب یہ لیا جاسکتا ہے کہ ان میں پہلے جیسا دم خم نہیں رہا۔

## بنگلہ دیشی وزیر کے گھر سے امدادی سامان برآمد

مودود احمد سابقہ حکومت میں وزیر قانون رہا ہے اور وہ بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کا رکن ہے۔ پچھلے دنوں پولیس نے اچانک اس کے گھر چھاپہ مارا' تو وہاں سے وہ 220 ساڑھیاں برآمد ہوئیں جو سیلاب سے متاثرہ خواتین کے لئے حکومت نے فراہم کی تھیں۔ نیز غیر ملکی شراب کی بوتلیں بھی برآمد ہوئیں۔ یاد رہے کہ موجودہ عبوری حکومت نے پچاس سرکردہ سیاست دانوں کو بے ایمانی کے الزام میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھجوانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اُمید ہے کہ اس طرح بنگلہ دیش میں کرپشن کے زہر کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

## جنوبی کوریا ساتھ چھوڑ گیا

عراق میں برطانیہ کے بعد امریکیوں کا سب سے بڑا اتحادی جنوبی کوریا ہے۔ 2003ء میں اس نے چھ سو فوجی عراق بھجوائے تھے جن کی تعداد بڑھتی رہی یہاں تک کہ چار ہزار ہو گئی۔ اس کے بعد جنوبی کوریا میں عوام مظاہرے کر کے حکومت سے مطالبہ کرنے لگے کہ کورین فوج واپس بلائی جائے۔ جب 2004ء میں عراقیوں نے ایک کورین کا سر قلم کر دیا تھا تو اس مطالبے میں شدت آ گئی۔ آخر اب کورین حکومت نے فیصلہ کر لیا ہے کہ عراق سے جلد فوج واپس بلا لی جائے۔ اس ضمن میں بل قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جائے گا۔

## حسینہ واجد پر قتل کا مقدمہ

بنگلہ دیشی پولیس نے سابق بنگلہ دیشی وزیراعظم' حسینہ واجد کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر لیا ہے۔ ان پر الزام ہے کہ پچھلے سال ڈھاکہ میں فسادات کے دوران جو بیسیوں افراد ہلاک ہوئے تھے' اُن کی ہلاکت میں حسینہ کا بھی ہاتھ ہے۔ پولیس نے مزید براں چھپن بنگلہ دیشی سیاست دانوں کے خلاف بھی مقدمے درج کیے ہیں۔ جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے سربراہ' مطیع الرحمٰن نظامی اور دیگر 9 رہنماؤں کے خلاف بھی قتل کے مقدمے کھڑے کر دیے ہیں۔ اُدھر سابق وزیراعظم' بیگم خالدہ ضیا اپنے گھر میں نظر بند ہیں۔

## عراق میں تشدد کی لہر جاری

عراق میں روزانہ بم دھماکے اور فائرنگ کے واقعات ہو رہے ہیں' جن میں کئی افراد ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہاں جمہوری حکومت آ چکی مگر فساد ختم ہونے کے آثار نہیں آ رہے بلکہ الٹا اس میں اضافہ ہو گیا ہے۔ امریکا اور اس کے حواریوں نے عراق کی جو درگت بنا دی ہے' اس پر جتنا زیادہ ماتم کیا جائے' کم ہے۔

## عراقیوں کے مظاہرے

پچھلے دنوں سقوط بغداد کے چار برس مکمل ہوئے' تو امریکیوں کی توقع کے برعکس عراق کے طول وعرض میں ان کے خلاف زبردست مظاہرے ہوئے۔ عراقیوں نے بااصرار مطالبہ کیا کہ عراق سے امریکی فوج نکل جائے۔ بش حکومت کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہونا چاہیے کہ وہ عراقیوں کے لیے بڑے دکھ اٹھا رہی ہے لیکن بدلے میں اُسے گالیاں مل رہی ہیں۔

## ایران بجلی فراہم کرے گا

ایرانی حکومت نے پاکستان کو ایک ہزار میگاواٹ بجلی دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس سلسلے میں ٹرانسمیشن لائن فوری طور پر تعمیر کی جائے گی۔ یہ بھی فیصلہ ہوا ہے کہ ایرانی ٹرانسفارموں کی تیاری میں پاکستانیوں کی مدد کریں گے۔

## یورپی نیٹو کی ڈیمانڈ پوری کریں

امریکا نے یورپی ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ افغانستان میں نیٹو افواج کی ضروریات پوری کریں۔ افغانستان میں نیٹو کو فوری طور پر 3400 ایسے تجربہ کار ماہرین درکار ہیں جو افغان پولیس اور فوج کو جنگی تربیت دے سکیں۔ یورپی ممالک چاہتے ہیں کہ یہ ماہرین امریکا فراہم کرے جس نے افغانستان پر حملہ کرنے کی مصیبت مول لی تھی' مگر امریکی پہلے ہی عراق میں اتنے الجھے ہوئے ہیں کہ انہیں سر کھجانے کو فرصت نہیں ملتی۔

## عراق میں صورت حال صحیح نہیں

عالمی ریڈ کراس نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ عراق کے حالات انتہائی تشویش ناک ہیں اور وہاں شہریوں کے لیے زندگی گزارنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے۔ اوپر سے بے روزگاری اور مہنگائی نے ان کا جینا حرام کر دیا ہے۔ فساد کی لعنت میں تو وہ گرفتار ہیں ہی۔ ریڈ کراس کے مطابق چھ لاکھ سے زائد عراقی اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں ہجرت کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

## امریکی کانگریس سعودی عرب کے خلاف ہے

امریکا میں سعودی عرب کے سابق سفیر' شہزادہ ترکی الفیصل نے الزام لگایا ہے کہ امریکا میں سعودی عرب کے خلاف نفرت کے جذبات امریکی کانگریس میں پہنچتے ہیں۔ اس کی وجوہ کئی ہیں۔ ان میں نمایاں یہ ہے کہ کانگریس پر صیہونی لابی سے تعلق رکھنے والے ارکان کا قبضہ ہے۔ یہ ارکان ہمہ وقت سعودی عرب اور دیگر اسلامی حکومتوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے ہیں۔

## محمود عباس کو 60ملین ڈالر مل گئے

امریکی کانگریس نے فلسطین کے صدر محمود عباس کو دینے کے لیے 60 ملین ڈالر کی امداد منظور کر لی ہے۔ اس امداد کے ذریعے امریکا فلسطین میں سیکولر قوتوں کو مضبوط کرنا چاہتا ہے جن کی نمائندہ جماعت الفتح ہے۔ ان میں سے 43 ملین ڈالر فلسطین صدارتی گارڈوں کو فوجی تربیت دینے کے لیے استعمال ہوں گے جو صدر محمود عباس کے ماتحت ہیں۔

## نیشنل گارڈ الرٹ کر دیئے گئے

بش حکومت کی کوشش ہے کہ زیادہ سے زیادہ امریکی فوجی عراق بھیج دیئے جائیں تاکہ وہاں فوجی نفری میں کمی دور کی جا سکے۔ اس سلسلے میں پینٹاگون نے نیشنل گارڈ کے تیرہ ہزار فوجیوں کو الرٹ کر دیا ہے۔ انہیں اس سال کے آخر میں عراق بھجوا جا سکتا ہے۔

Palestine and all other Muslim countries? Instead our commander in chief is one of the main architects and sustainers of the occupation of Afghanistan and thought to be sending troops to Iraq as well.

The problem is that we have forgotten the raison d'etre of Pakistan. Instead, the colonialists of our age inherited the same mentality as that of the secretary of state for occupied India, Lord Zetland, who wrote to viceroy, Lord Linlithgow that he could not "help thinking that if a separate Muslim State did indeed come into existence in India, as now contemplated by the All India Muslim League, the day would come when they might find the temptation to join an Islamic Commonwealth of nations well nigh irresistible'. Lord Zetland explained: "The Call of Islam is one which transcends the bounds of country. It may have lost some of its force as a result of the abolition of the Caliphate by Mustafa Kemal Pasha, but it still has a very considerable appeal as witness for example Jinnah's insistence on our giving an undertaking that Indian troops should never be employed against any Muslim State, and the solicitude which he has constantly expressed for the Arabs of Palestine." The sickness of our collective mind was exposed on January 12, 2002 when talking with reference to the Israeli occupation of Palestine, our commander in chief declared on TV: "hum Koi Islam ke Tekedar to naheen."

The coming into existence of Pakistan in August 1947 represented the actualisation of a long held commitment and vision to which Muslims in the sub-continent had tenaciously held on despite the loss of political power in 1857 and the liquidation of the Ottoman caliphate in March 1924. Pakistan was the only country in the world, which did not define itself in terms of territorial, linguistic, historical and racial nationhood; it saw itself as an integral unit of the Ummah, and hoped eventually to remove the colonial disconnection in Muslim entity. Today Pakistan stands in total contrast to its raison d'etre and none of the solutions offered point in the right direction.

Free and fair elections will never change the faces at the top. Civilian rule? Who else other than civilian 'leaders' invited the military to take over time and again? If not the civilian leadership, who helped the military dictator constitutionalise the dictatorship? Similarly, mere democracy will never restore what Pakistan was actually established for. Religious parties, which petrified in the salt mines as a result of co-opting to work within the leftover colonial system, can never establish an Islamic system because they will not challenge the system through which they come to power. Remember the fate of Algeria and Palestine. In both cases, no one had even talked about establishing Islamic order. And Somalia, where occupation, war and chaos is preferred to a government in the name of Islam.

All this illustrates how the seemingly insurmountable problem that we face today is really outside Pakistan. Changing faces in Islamabad within the same pro-colonialist system, without any strategic insight and direction, will never solve our problems. The problem that lies within Pakistan is the lacuna of awareness of the bigger picture and the willingness of some, in utter ignorance, to sell themselves out. It seems that we have reached a stage in Pakistan where no change seems possible without a popular revolution; a revolution which would succeed provided the colonialists do not turn it into another Afghanistan, Iraq or Somalia. Even so, the final victory belongs to those who struggle for freedom, true independence and self-determination.


مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کا

# رجوع الی القرآن کورس (پارٹ II)

## اعلان برائے داخلہ

### کورس کا نصاب

۱) مکمل ترجمۃ القرآن
۲) حدیث
۳) فقہ
۴) اصولِ تفسیر
۵) اصولِ حدیث
۶) اصولِ فقہ
۷) عقیدہ
۸) عربی زبان وادب
۹) عالم اسلام اور احیائی تحریکیں: ایک تاریخی اور تجزیاتی مطالعہ
۱۰) اضافی محاضرات

### تدریس کا آغاز و دورانیہ :

اس کورس میں داخلے امسال 14 جون 2007ء تک جاری رہیں گے۔ 15/جون کو صبح 10 بجے داخلہ ٹیسٹ ہوگا۔ تدریس کا باقاعدہ آغاز ان شاءاللہ 18 جون 2007ء سے ہوگا اور اگلے سال مئی کے اواخر تک جاری رہے گا۔ کورس کا کل دورانیہ ایک سال ہے۔ طلبہ کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کورس کو دو مساوی حصوں (سمسٹرز) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر سمسٹر چھ ماہ کے دورانیے پر مشتمل ہے۔ ہفتے میں 5 دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

**اہلیت** : کورس میں داخلے کے لیے درج ذیل تعلیمی اہلیت (کم از کم) لازمی ہے:

۱) بی اے/بی ایس سی یا مساوی ڈگری
۲) رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I)

رابطہ و پراسپکٹس: شعبہ تدریس، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 03-5869501، فیکس: 5834000
ای میل: irts@tanzeem.org

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 15

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan

# Pakistan at the Crossroads

No one can deny the fact that Pakistan is in a deep mess. However, when we look at the offered solution to put this country on the right track, we don't see anything other than ways to keep the nation in the vicious cycle in which it is caught.

The solutions on which there is a consensus in both secular and religious circles are: the military dictatorship should come to an end. There should be free and fair elections. Democracy and civilian rule should be restored. Beyond this, religious parties claim that Islamic system should be established in the country, a claim being challenged by the secularists with a long list of justifications. There is a need to honestly assess if any of these offered solutions world take the nation out of the quagmire in which it is gradually slipping ever deeper with each passing moment.

For an effective assessment, we need to use a few questions as standard parameters and bench marks to see if any of the offered solutions will help.

The basic question is: do we realize the extent of our loss? To appreciate our loss, we need to ask: do we understand that, like many other former colonies, we are still not free from the colonial clutches of our past? That de-facto colonization will not come to an end even if the military dictatorship somehow terminated in the near future? That Pakistan will not be an independent sovereign state even if there are free and fair elections held tomorrow, the military returns to its barracks and civilian 'leaders' take over control? That those who we consider as the leaders of Pakistan are not leading us in the right direction? And that the Islamic system will never be established even if the religious parties involved in the present political order win 100 percent of the seats in national and provincial assemblies?

To understand the extent of the loss, we need to consider the number of 'will nots' in the above questions and ask, why not?

These are not rhetorical questions. None of the directly and indirectly occupied countries can reach the right solution until they look at their predicament in the global context. Pakistan is no exception. Of course, protesting the removal of the Supreme Court's Chief Justice is necessary. No doubt, we have to struggle for the rights of the illegally detained individuals and struggle to loosen the military grip over our necks. However, we need to ask why all this is happening to us and if what we consider as solutions are really solutions or simply other means to perpetuate de-facto colonization under a different label.

When looked at in the global context, we are passing through the darkest age of human history. The tyranny in the name of democracy is set to get worse. There has been no true democracy and, under usury, there will never be a true democracy in the world. As always, might is right and the rule of a few continues to exploit the majority with far more effective ways of deception, confusion, control and domination.

In this context, Pakistan came to being, not with the will of colonialists to grant Muslims a separate homeland, but as a result of strategic withdrawal with the strategy to keep the former colonies dependent, at war with each other and always ripe for economic exploitation.

Muslims thought it the other way. March 23rd, 1940 was a momentous day in contemporary Muslim history: That day the Muslims of the then British India had formally reached the decision to carve out a destiny of their own. The destiny, as it instantly came to be known was Pakistan. Pakistan did not stand for separation per se, it was not conceived as a Muslim ghetto living on the sufferance of the rest of world; it was a charter of freedom from the colonial-imperialist world order.

Before facing the communist challenge, those were the heydays of imperialism, secularism and territorial nationalism. The demand for a sovereign and independent state, which claimed Islam as its raison d'etre was meant to be a clean break from imperialist control and imperialist ideologies. Pakistan was meant to be 'the greatest Muslim State of the world', as the leader of the movement, Muhammad Ali Jinnah, had clearly spelled out as their main task to the would-be officers of the future Pakistan army - that was going to be a reality after 11 days. The visionaries didn't entertain the possibility of an army serving colonial masters, enslaving and bankrupting their own nation.

The movement for Pakistan was unlike all other national freedom movements in the Muslim world, from Morocco in the far west to Indonesia in the Far East. The movement was a precursor of the wave of liberation that soon swept the entire Muslim world. Although neither rich nor a military power, the new and nascent Islamic state of Pakistan found itself duty-bound to contribute morally, materially and politically to the freedom of almost every Muslim state that emerged on the world map after 14 August 1947. Such was the sense of commitment and enthusiasm to the Islamic cause and Muslim world in the early years of Pakistan that King Farooq of Egypt is reported to have derisively remarked that it appeared Islam had been revealed now - in Pakistan.

This is a bench mark for comparison. Where do we stand today? Remember the Washington Times' May 6, 2005 cartoon, which shows a US soldier patting Pakistan caricatured as a dog. Instead of mending the ways in which we have sold ourselves, Pakistani parliamentarians urged the government to seek an apology from the cartoonist. As if that would change the perception of how Pakistan is viewed today!

The commitment to Muslim causes around the world was an integral part of the Pakistan movement. However, that is no more. Why? Simply because Pakistan is not what it was meant to be. Will a civilian government bring back that commitment? Will a 'democratic' government restore that will? Will any of the civilian 'leaders' stand up like Jinnah and tell a Friday congregation as he did on November 2, 1940 that it is "our duty to help our Muslims brethren wherever they are" and going on to assure full support for the sovereignty of Afghanistan, Egypt and Turkey and the independence of Iran, Iraq, Syria,